کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:17 Issue:10 October 2024

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن



ہم اُن سے محبت کیوں نہ کریں!!

از: مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبۃ:۱۲۸)

ترجمہ: لوگو! تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دُھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لئے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔

توضیح: ''محبت'' کسی پسندیدہ چیز کی طرف قلبی میلان کو کہتے ہیں ۔۔۔۔۔علماء فرماتے ہیں کہ انسان کسی سے تین اسباب میں سے کسی ایک کی بنا پر محبت کرتا ہے۔(۱) حسن و جمال ۔(۲) لیاقت و کمال ۔(۳) احسان ونوال۔

کائنات میں حسین وجمیل، لائق و باکمال، سخی و داتا لوگ تو بہت پیدا ہوئے ہیں، لیکن تاریخ کے پنوں میں احسن واجمل، الیق واکمل، انفق واجود صرف فداہ ابی و امی فخر انسانیت حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں، اگر ہم اپنے ذوق محبت کا معیار بلند کریں تو ہماری محبت کا محور بجائے جمیل کے اجمل، بجائے کامل کے اکمل، بجائے منفق کے انفق واجود ہوجائے گا اور ایک ہی ذات بابرکت میں یہ تینوں اسباب محبت بدرجہ اتم واکمل ملیں گے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کمال ایمان کے لیے شرط ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہماری خواہشات، ارمان نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکموں کے تابع ہوجائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں اپنے اموال واولاد سے زیادہ محبوب ہوجائیں کیوں کہ اس ذات بابرکت کے ہم پر بڑے احسانات ہیں، وہ دنیا کے اندر محسن اکبر، آخرت میں شفیعِ اعظم ہیں، پوری انسانیت سے ان کا تعلق ہے۔۔۔اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا، تمام مومنین سے ان کو قلبی وابستگی ہے۔۔۔عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ، مسلمانوں سے ان کو جذباتی لگاؤ ہے۔۔۔حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ،

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس، گھٹکیسر

جب بات ایسی ہے تو ہم ان سے محبت کیوں نہ کریں جو ہمارے لیے ہر دن مغفرت کی دعائیں کیا کرتے تھے، ہمارے لیے ہر تکلیف کو گوارا کیا کرتے تھے، ہمارے لیے اپنی ہر خواہش کو قربان کیا کرتے تھے، اپنے رب سے راز و نیاز کر کے ہماری بگڑی بنایا کرتے تھے۔

ہم ان سے محبت کیوں نہ کریں جس کی رحمت سے کائنات کے ہر ذرے کو حصہ ملا، اصناف کے اقدار طے ہوئے، رشتوں کے مراتب ظاہر ہوئے اور ان کا تقدس متعین ہوا، انسانیت کا احترام اجاگر ہوا، ہر ذرے کو ان کی رحمت سے حصہ ملا اور کائنات کی ہر شے کا حق محفوظ ہوا۔

ہم ان سے محبت کیوں نہ کریں جو اپنے حسن و جمال میں یکتا و منفرد تھے اور اس حسن و جمال کا عالم یہ تھا کہ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں شمس و قمر تیرتے ہوئے نظر آتے، کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ پر زیب بدر کامل سے زیادہ روشن نظر آتا حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا:

واحسن منک لم تر قط عینی | واجمل منک لم تلد النساء

خلقت مبرأ من کل عیب | کانک قد خلقت کما تشاء

ارض و سماء کے ہر ذرہ کو دیکھنے کے بعد حضرت جبرائیل امین کی گواہی یہ تھی ''میں نے آپ جیسا نہیں دیکھا'' اسی کو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں یوں کہا تھا

آفاقہائے گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

کائنات کی تمام تر خوبصورتیوں، نازنینوں، مہ جبینوں کے مقابلے میں تیری بات ہی اور ہے بلکہ تقابل ہی نہیں ہے۔ ہم ان سے محبت کیوں نہ کریں جس کی ذات میں باری تعالیٰ نے وہ لیاقت اور کمالات رکھے تھے جس کی مثیل و نظیر ملنی ناممکن ہے وہ سید الانبیاء، خاتم الانبیاء، امام الاتقیاء تھے، جن کے اشارے سے شق القمر ہوا، جنہیں رات کے کچھ حصے میں اسراء اور معراج کرائی گئی، ان کے قلب پر انوار پر کلام الٰہی کا نزول ہوا، جن کی رسائی منشاءِ خداوندی تک ہوئی۔

ہم ان سے محبت کیوں نہ کریں جن کی سخاوت و بخشش میں کوئی ان کا ہمسر نہیں، جو سائل کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھتے، جن کو کسی کی یتیمی بے بسی بے کسی چین سے رہنے نہ دے، جن کو اپنے فقر پر فخر ہو۔

جب یہ محاسن، یہ کمالات، یہ وفائیں، یہ ادائیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی میں بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں تو آئیں ہم انہی سے محبت کرتے ہیں، ان کی اداؤں کو اپنی ادا، ان کے طریق کو اپنا طریق بناتے ہیں، یہی کامیابی کا راستہ اور ترقی کا زینہ ہے۔

درسِ حدیث



تنہائی کے گناہوں کی تباہی

از: مولانا اسماعیل نوساری*

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا فَيَجْعَلُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُورًا، قَالَ ثَوْبَانُ رضی اللہ عنہ: يَا رَسُولَ اللهِ! صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا أَنْ لَّا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ وَ لٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللهِ انْتَهَكُوهَا (رواہ ابن ماجہ: ۴۲۴۵)

ترجمہ: ”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کے کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن ”تہامہ“ کے پہاڑوں کے مثل سفید نیکیاں لے کر آئیں گے، تو اللہ عز وجل انہیں بکھرے ہوئے ذرّات کے مثل بنادے گا، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں ان کا وصف بتادیجئے اور ان کی حالت ذرا واضح کردیجئے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بے شعوری میں ہم بھی انہی میں سے ہو جائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار! یہ تمہارے ہی بھائی ہوں گے اور تمہاری ہی قوم و نسل کے ہوں گے اور جس طرح تم رات میں عبادت کرتے ہو یہ بھی کریں گے، لیکن یہ ایسے لوگ ہوں گے کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو اللہ کی حرمتوں کو پامال کریں گے“۔ (ابن ماجہ)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں امتحان کے لیے بھیجا ہے...... اور امتحان کی صورت یہ ہے کہ کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا...... جنھیں ”اوامر“ کہا جاتا ہے اور کچھ کاموں سے منع کیا ہے...... جنھیں ”نواہی“ کہا جاتا ہے۔ اب جو انسان اوامر کو بجالائے اور نواہی سے مکمل اجتناب کرے وہ پورا کامیاب ہے، اور جو اس میں جس قدر کوتاہی کرے گا وہ اسی قدر ناکامی کی طرف جائے گا۔ اس امتحان کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

* فاضل: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، گجرات

انسان کو کچھ اختیارات دئے ہیں کہ وہ نیکی کرنا چاہے تو وہ بھی کرسکتا ہے......اور گناہ کرنا چاہے تو وہ بھی کرسکتا ہے...... زبردستی کی اطاعت مطلوب نہیں ہے...... بلکہ نیکی اور گناہ دونوں کے مواقع انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں......نیکی کے موقع پر نیکی کرگزرنا اور گناہ کا موقع آئے تو اس سے بچ نکلنا ہی اصل کامیابی اور کمال ہے۔ نیز اس امتحان میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص مطلوب و مقصود ہے...... کہ اَوامر کی بجا آوری صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے اور اجروثواب کی امید پر ہو......اور نواہی سے اجتناب، صرف اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی اور اس کے عذاب سے بچنے کے لیے ہو......لوگوں کو دِکھانے کے لیے...... یا دُنیوی بدنامی سے بچنے کی حدتک نہ ہو۔اس امتحان کا اصل مرحلہ تنہائی کے موقع پر آتا ہے...... جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو...... اور گناہ کے مواقع مہیّا ہوں......تو کون اللہ تعالیٰ کے خوف سے گناہوں سے بچتا ہے......اور کون ایسی تنہائی کا فائدہ اٹھا کر گناہوں پر جرأت کرتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ یعنی ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو، اور باطنی (چھپے ہوئے) گناہوں کو بھی۔انسان کا اصل چہرہ تو تنہائی میں ظاہر ہوتا ہے......لہٰذا جو انسان ظاہر میں، لوگوں کی نظروں میں تو خوب پارسا اور نیک بنتا ہے......لیکن تنہائی میں جاتے ہی گناہوں کے دروازے کھول دے...... ایسا انسان گویا اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی کوئی پروا نہیں کرتا......حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی علیم، خبیر، سمیع وبصیر ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کی نظر سے مخفی اور چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی......وہ تو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہیں......دل میں اٹھنے والے خیالات کو بھی جانتے ہیں۔اس لیے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ’’اپنے کو دیکھنے والوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے کمزور مت سمجھ‘‘۔

ایک بزرگ کو الہام ہوا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ جب وہ گناہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ سب دروازے بند کرتے ہیں جہاں سے مخلوق دیکھتی ہے......لیکن وہ دروازہ بند نہیں کرتے جہاں سے میں خالق دیکھتا ہوں...... تو کیا وہ دیکھنے والوں میں مجھے سب سے کمتر سمجھتے ہیں؟؟؟......سبحان اللہ! جس دَور میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس میں یہ فتنہ بہت عام ہے اور یہی بڑی آزمائش ہے کہ تنہائی کے گناہوں کے مواقع بے شمار ہیں...... اسمارٹ فون کے ایک ٹچ پر گناہوں کی دنیا سامنے ہوتی ہے......اور اسی نے بڑے بڑے تقویٰ والوں سے تقویٰ چھین لیا ہے......اور پنج وقتہ نمازیوں اور ظاہراً شریعت کے پابندوں کے دلوں کو سیاہ کردیا ہے......اور چہروں کے نور کو اُڑا دیا ہے......خلوت وتنہائی کے ان گناہوں نے انہیں اللہ کی نظروں سے گرادیا ہے......عبادت کی لذتوں کو ختم کردیا ہے......اور زندگی کو عذاب بنادیا ہے......یہ تو دنیا کا معاملہ ہے......اور موت کے وقت کیا ہوگا......اس کا تصور رونگٹے کھڑے کردیتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

پیش گفتار

ذکر اللہ کے فوائد[1]

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡكَرِيۡمِ۔۔۔ اَمَّا بَعۡدُ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِيۡرًا ۝۴۱ وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۝۴۲ هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ عَلَيۡكُمۡ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَكَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا ۝۴۳

اللہ کا ذکر سب سے بڑا عمل

اسلامی تعلیمات میں ایک اہم تعلیم اللہ کے ذکر کی مداومت اور پابندی ہے۔ قرآن کریم میں اس کو بہت بڑا عمل قرار دیا گیا ہے۔ "وَلَذِكۡرُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ " اللہ کا ذکر سب سے بڑا عمل، سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی دولت ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔ "اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ " نماز میری یاد کے واسطے قائم کریں، نماز کا مقصد بھی ذکرِ الٰہی اور یادِ خداوندی ہے۔ ایک جگہ فرمایا: فَاِذَا قَضَيۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِكُمۡ جب نماز پڑھ چکو تو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہو"

ایک اور جگہ فرمایا: فَاِذَاۤ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَرَامِ ۖ وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰٮكُمۡ " (البقرة:۱۹۸) پھر جب تم عرفات سے روانہ ہو تو مشعرِ حرام کے پاس (جو مزدلفہ میں واقع ہے) اللہ کا ذکر کرو، اور اس کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح اُس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

کتنا ذکر کرو؟ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا ؕ اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ کرو جتنا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں حج سے فارغ ہو کر باپ دادا کا تذکرہ کیا کرتے تھے، یعنی محفلیں جماتے تھے، اس

[1] مذکورہ مضمون مدیر محترم مدظلہ کے اصلاحی خطابات میں سے ایک خطاب ہے جسے محترم مولوی عیاض صاحب زید رشدہٗ نے ضبط کرکے قارئین کے لئے پیش کیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

میں آبا وٗ اجداد پر فخر کیا کرتے تھے، مشاعرے ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جاہلیت میں لوگ اپنے باپ دادا کے تذکرے کرتے تھے، تم لوگ اپنے اللہ کا تذکرہ کرو۔

تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا

ایک جگہ اللہ رب العزت نے فرمایا: فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ ''تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا''، قرآن کریم کی بے شمار آیات ذکر اللہ کی فضیلت، اہمیت اور اس کی وقعت کو بیان کرتی ہیں، ذکر اللہ ہی زندگی کا اصل مقصد ہے، اگر ذکرُ اللہ نہیں ہے تو زندگی بے مقصد ہے، اس لیے فرمایا: " وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ط " اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اس لیے اپنے پیدا کرنے والے کو زندگی کی آخری سانس تک یاد رکھو، بھلاؤ مت، اور یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے ذکر کرو۔ اگر کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے، اور اگر کسی چیز سے محبت نہیں ہوتی لیکن کثرت سے اس کا ذکر کیا جائے تو محبت پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے عربی کا مقولہ ہے۔" من اَحبَّ شَیئاً أَکثَرَ ذِکرَہٗ " آدمی کو جو چیز محبوب ہوتی ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے، فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان کے دل میں کسی کی محبت رچ بس جائے تو وہ اس کے تذکرے کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس کا تذکرہ خود بخود اس کی زبان سے ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کوئی بات چل رہی ہو، کوئی ٹاپک ہو، کوئی عنوان ہو، اس میں اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ایسے ہی آجانا چاہیے جیسے دنیا میں اس کی زبان پر اس کی محبوب چیزوں کا ذکر آجاتا ہے، اگر اللہ کا نام زبان پر آتا ہے تو علامت ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت ہے اور اگر نہیں آتا تو اس بات کی علامت ہے کہ اس کو اللہ پاک سے محبت نہیں ہے۔ اور اللہ کی محبت ہی تو دین اسلام کی جڑ اور بنیاد ہے۔

قرآن نے کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے

" يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا " اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔" کسی کام کو لامحدود نہیں بنایا؛ لیکن ذکر اللہ کو لامحدود بنایا ہے، نماز دن بھر میں پانچ وقت فرض کی ہے اور وہ پانچ وقت بھی بے حساب پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ فجر میں دو رکعت، ظہر میں چار، عصر میں چار، مغرب میں تین، عشاء میں چار رکعت بس! مختصر سا نصاب ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے ساتھ سنتیں جوڑی ہیں تو وہ بھی بے حساب نہیں جوڑیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔" وَ تُصَلِّيَ اثْنَتَيْ عَشَرَةَ رَكَعَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةَ " چوبیس گھنٹے میں بارہ رکعات نمازیں فرض نمازوں کے ساتھ آگے پیچھے جوڑ کر ضرور پڑھا کرو، فجر سے پہلے دو، ظہر سے پہلے چار، ظہر کے بعد دو، مغرب کے بعد دو، عشاء کے بعد دو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوافل کی فضیلتیں بیان کیں تو تعداد بھی مختصر سی بتائی، کہ صبح سورج نکل کے ذرا بلند ہو جائے تو دو رکعت نماز پڑھ لو، یہ اجر مل جائے گا، دو اور پڑھ لو تو سب کام سہل اور آسان ہو جائیں گے، سورج تیز ہو جائے دھوپ میں شدت آجائے تو چار رکعت نفل پڑھ لو، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے، اور بہت اجر وثواب ملے گا، اور عصر سے پہلے کوئی سنت نماز نہیں دی گئی ہے، لیکن تم بطور نفل کے چار رکعت پڑھ لو تو اللہ کے رحم کے مستحق ہو جاؤ گے، مغرب کے بعد وقت رہتا ہے تھوڑی ہمت کر لو چار رکعت اور پڑھ لو تو اللہ رب العزت بارہ سال کی عبادت کا اجر وثواب عطا فرمائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مغرب کی سنتوں کے بعد یہ چار رکعتیں پڑھنے کو صحابہؓ محبوب رکھتے تھے۔ سلف صالحین، اس کو پسند کرتے اور اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کو سو کے اٹھنے کے بعد تہجد پڑھ لو، چار، یا آٹھ یا بارہ رکعت پڑھ لو، اس کی اجازت ہے لیکن یہ حد مقرر ہے کہ یہ کام کرو تو اتنا کرو۔ رمضان شریف کے پورے ایک مہینے کے روزے رکھو، پھر خاص خاص مواقع پر فضیلت بتائی، محرم میں ایک یا دو روزے رکھ لو، اور ذوالحجہ کے مہینے میں پہلے دن سے لے کے نویں دن تک کے روزے رکھو، ہر روزہ کا اجر وثواب ہے۔ نو تاریخ کے روزہ کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ اسی طریقے سے زکوٰۃ ہے اتنا مال جمع ہو جائے تو اتنی زکوٰۃ ادا کرو اس کی حد مقرر کی گئی ہے کہ اپنے مال کا ڈھائی فیصد دو۔ اسی طریقے سے حج ہے زندگی میں ایک دفعہ فرض کیا گیا ہے، باقی اپنی مرضی ہے کوئی کرنا چاہے کرے، پھر حج کے بھی پانچ دن مقرر ہیں، مہینہ بھر کا عمل نہیں ہے۔ اسی طرح جتنے احکام ہیں ان میں تحدید ہے۔ قربانی ہے وہ تین دن کی جاتی ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ شانہ نے مسلمان کے اوپر جب قربانی لازم کی ہے تو ایک قربانی کر لو، غرض جتنے اعمال ہیں ان سب میں اللہ رب العزت نے تحدید رکھی ہے کہ بس اتنا کرو، اور اجر و ثواب بہت کچھ بتایا۔

ایک عمل ایسا جس کی کوئی تحدید نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسا عمل بتایا ہے کہ جس میں تحدید نہیں ہے، ارشاد ہے: اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا" ذکر اللہ خوب کرو اس کوئی حد نہیں ہے، دن رات کرو۔ نماز میں، نماز سے پہلے، نماز کے بعد ذکر کرو، حج کے دوران اور حج سے فارغ ہونے کے بعد ذکر کرو، اور قربانی میں ذکر کرو، عام دنوں میں ذکر کرو۔ عید کے دن اور زیادہ ذکر کرو، اور زکوٰۃ دو تو اللہ کا ذکر کرو۔ جمعہ قائم کرو تو اللہ کا ذکر کرو۔ "فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللّٰهِ" جمعہ کے لیے اللہ نے یہ فرمایا کہ اللہ کے ذکر کی طرف چلو، چوں کہ جمعہ کے دن خطبہ ہوتا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ خطبے میں اصل ذکر اللہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے خطبے کا نام ہی ذکرُ اللہ رکھا ہے فرمایا۔" إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ" یہ نہیں فرمایا کہ "فَاسْعَوْا اِلَی الصَّلٰوۃ" یہ فرمایا "فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ" اللہ کے ذکر کی طرف چلو، معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر ہر کام کا مقصد ہے، ساری عبادتوں کا مقصد بھی ذکر اللہ اور یادِ الٰہی ہے۔

اب ایک شخص نماز پڑھتا ہو اللہ کو یاد نہیں رکھتا تو وہ نماز کا مقصد بھی حاصل نہیں کر رہا ہے۔ ایک شخص روزہ رکھتا ہے اور اللہ کو یاد نہیں رکھتا تو وہ روزے کا مقصد حاصل نہیں کر پا رہا ہے، ایک شخص حج کرتا ہے اور یاد الٰہی سے محروم ہے تو وہ حج کے مقصد کو بھی پورا نہیں کر رہا ہے، جہاد کرتا ہے اور اللہ کو یاد نہیں رکھتا تو وہ بھی مقصد کو پورا نہیں کر رہا ہے۔

اللہ سب سے بڑا ہے

بخاری شریف میں ہے صحابہؓ اپنے سفر جہاد اور دیگر اسفار کے بارے میں کہتے ہیں ـــ چوں کہ عرب کے علاقوں کے راستے اوپر نیچے تھے، پہاڑوں پہ چڑھنا، وادیوں میں اترنا، اب تو وہاں سڑکیں سیدھی اور مسطح بنا دی گئی ہیں، اُس زمانے میں کوئی مسطح سڑک نہیں تھی ـــ "نَحْنُ اِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَاِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا" جب ہماری سواریاں اوپر چڑھتیں تو ہم "اللہ اَکْبَرُ، اَللہ اَکْبَرُ، اللہ اَکْبَرُ" کہتے تھے اور جب نیچے وادیوں میں نشیب کی طرف اترتی تھیں تو سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ، سُبْحَانَ اللہ، کہتے تھے۔ بلندی اللہ تعالیٰ کی مثبت صفات کی طرف اشارہ کرتی ہے اس لیے "اللہ اَکْبر" کہو اور پستی اللہ تعالیٰ کی منفی وسلبی کمالات کی طرف اشارہ کرتی ہے، اس لئے ''سبحان اللہ'' کہو یعنی یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ میں کوئی عیب نہیں ہے، اللہ کو سارے عیوب سے پاک بتانے کے واسطے پوری زندگی چاہیے کہ اللہ میں کوئی بھی عیب نہیں ہے۔ یہ اللہ پاک کا کرم ہے کہ اس نے فرمایا تم سبحان اللہ کہو تو اللہ کی ذات سے تمام عیبوں کی نفی ہو جائے گی۔

سات سمندر ختم ہو جائیں گے مگر..

اللہ کی خوبیوں کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے۔" قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا کہ اگر سارے سمندروں کو سیاہی (ink) اور دنیا کے سارے درخت قلم بنا دیے جائیں اور ان قلموں اور اس انک کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی تم تعریف لکھتے رہو یہ سات سمندر ختم ہو جائیں گے، یہ قلم گھس جائیں گے اللہ تعالیٰ کا ذکر باقی رہ جائے گا۔ اس لیے ہم کیسے اللہ کی تعریف کر سکتے ہیں؟ تو فرمایا "الحمد للہ" کہو اللہ کی سب مثبت اور ایجابی تعریفیں ہو جائیں گی، یعنی اللہ کے

کمالات ثابت ہو جائیں گے، یہ سارے کمالات اللہ کے اندر ہیں، اگر تم گننے بیٹھو تو عمر کافی نہیں لیکن تم الحمدللہ کہہ دو تو لمحوں میں اللہ کی تعریف کا حق ادا ہو جائے گا۔" الحمد لله، سبحان الله، الله اکبر، لا اله الا الله، لا حول و لا قوۃ الا باللہ" یہ سب کلمات اللہ کا ذکر ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے اللہ رب العزت کو یاد کیا جائے وہ اللہ کا ذکر ہے، جو کلمات قرآن وحدیث میں آئے ہیں ان سے اللہ کا ذکر کرو، یہ افضل ہے اور اعلیٰ ہے۔

دو وقتوں میں ذکراللہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے

ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا" وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ "اے نبی! اللہ کی تسبیح صبح وشام کیجئے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں فجر کے بعد اشراق تک (یعنی سورج کے بلند ہونے تک) 3 یادِالٰہی میں مشغول رہوں یہ دنیا و مافیہا سے زیادہ مجھے محبوب ہے۔ عصر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک یادالٰہی میں مشغول رہنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ تم صبح و شام اللہ کے ذکر میں مشغول رہو۔

اعمال نامہ کی ابتدا و انتہا ذکر سے ہو

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمارے اعمال نامہ کی ابتدا اور انتہا ہونی چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اوقات ذکراللہ کے لیے کیوں مقرر فرمائیں؟ علماء فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے جاتے ہیں اور دن کے اعمال لکھنے والے فرشتے آتے ہیں اور غروب آفتاب کے وقت دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے آتے ہیں، تو اللہ کے نبی نے اس کو پسند فرمایا کہ میرے اعمال نامہ کی ابتدا یادالٰہی کے عمل سے ہو، اور میرے اعمال نامہ کی انتہا یادالٰہی کے عمل سے ہو، فرشتے ساری خبریں صبح سے شام تک کی لکھ کے اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ اعمال نامہ اللہ رب العزت ٹھکرائیں گے نہیں، قبول فرمالیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ ہونے پائے

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنے رب کو صبح وشام یاد کرتے رہیے، جی جی میں بھی اور خوف (کے جذبات) کے ساتھ، یہ ذکر قلبی کا اللہ نے حکم دیا کہ ہمیشہ اپنے جی میں اللہ کو یاد کرو اور" وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ " اور زبان سے بھی آواز بہت بلند کئے بغیر بڑی آواز سے بھی اللہ کا ذکر کیا کیجیے۔ یہ ذکر لسانی کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ مشائخ کے ہاں دونوں ذکر اسی آیت سے معتبر مانے گئے ہیں، اور اس کی تعلیم و تلقین

کی جاتی ہے، ذکر قلبی بھی کرو کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان دل میں رہے، کبھی اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ ہونے پائے، اس کو مشائخ حضوری کی کیفیت کہتے ہیں۔ اور اسی کو ملکہ یاداشت کہتے ہیں۔ یعنی اپنے دل و دماغ پر اتنی محنت کر لینا کہ ہمہ وقت حق تعالیٰ کا استحضار رہے۔ جیسے کوئی آدمی لیپ ٹاپ لے کر کے کام کر رہا ہو، کسی سائٹ کے اوپر وہ اپنی ضرورت سے کام کر رہا ہو، اس کا کام سامنے ہے اور کتنے ایڈورٹائز آتے رہتے ہیں، جاتے رہتے ہیں، لیکن اس کا دھیان اور اس کی نظر اس کام سے نہیں ہٹتی جس کام پر وہ لگا بیٹھا ہوا ہے۔ اسی طریقے سے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، دنیا کے سارے معاملہ آنکھوں کے سامنے، دھیان میں آتے جاتے رہتے ہیں، اس سے کوئی دلچسپی نہ رکھے، مومن کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ پروردگار یاد رہے، پروردگار سے علاقہ قائم رہے، اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ ہونے پائے، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا استحضار ہو۔

پھر تو کچھ ہی دن میں بیڑا پار ہے

اسی کو ایک صحابیؓ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے کچھ اچھا عمل بتا دیجیے جسے میں حرزِ جاں بنا لوں، اپنا معمول بنا لوں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! "لا تزال لسانك رطباً من ذكر الله" تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ لمحہ بھر کو غفلت نہ ہونے پائے، ہر وقت زبان پر ذکر الٰہی رہے۔

لب پہ ذکراللہ کی تکرار ہو!
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو!
اس پہ تو کر لے اگر حاصل دوام!
پھر تو کچھ ہی دن میں بیڑا پار ہے!

کامیابی تو کام سے ہوگی

آدمی کے لب پہ ذکراللہ ہو، اور دل میں اللہ تعالیٰ کا استحضار ہو، یہ بات ایک اور اللہ والے فرماتے ہیں۔

کامیابی تو کام سے ہوگی!
نہ کہ حسن کلام سے ہوگی!

اچھی اچھی باتیں کرتے رہیں گے، اس سے کام بننے والا نہیں ہے، کام کرنا پڑے گا۔

ذکر کے اہتمام سے ہوگی!
فکر کے التزام سے ہوگی!

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر وقت فکر مند رہتے تھے

شمائل ترمذی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف میں متعدد صحابہ کرامؓ سے احادیث منقول ہے، حضرت ہند ابن ابی ہالہ" رشتے میں حضرت حسنؓ کے ماموں ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ربیب اور حضرت خدیجہ کے بیٹے تھے، حضرت حسنؓ ان سے نانا جان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں پوچھتے تھے کیوں کہ وہ بہت زیادہ نبی کو دیکھے ہوئے تھے، نبوت سے پہلے سے بھی انہوں نے نبی کو دیکھا تھا، انہوں نے ہاتھ، پیر، ناک، چلنا، پھرنا، ہر ہر اداء کا تذکرہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفات عملیہ کا تذکرہ آیا تو فرمایا: "كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُتَوَاصِلَ الأَحْزَانِ، طَوِيلُ الصَّمتِ، دَائِمَ الفِكْرَةِ"

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر وقت فکر مند رہتے تھے، بہت زیادہ چپ رہتے تھے، مسلسل غم اٹھاتے رہتے تھے، امت کا غم، آخرت کا غم، عبادت کا غم، تبلیغ کا غم، امت کی مصیبتوں کا غم، امت کے مستقبل کا غم، ان کی نجات کا غم، ان کی مغفرت کا غم، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسلسل غم کے اندر رہتے تھے۔

غم سے کہاں فرار ہے

اللہ والے تو اللہ کے غم میں خوش رہتے ہیں، یہ غم خوشیاں پیدا کرتا ہے، یہ غم انرجی ہے، ٹانک ہے۔ یہ غم انسان کو مضبوط بناتا ہے، کام پر کھڑا کرتا ہے۔ روٹی کا غم، عزت کا غم، پیسوں کا غم، بلڈنگ کا غم، جائیداد کا غم، انسان کو گُھلاتا ہے، کمزور کرتا ہے، دین سے غافل کرتا ہے، لیکن موت کا غم، آخرت کا غم، نجات کا غم، رضائے الٰہی کی فکریں اور جنت کی نعمتوں کی فکریں، یہ ہموم اور غموم انسان کی طاقت ہے، اس سے ایمان مضبوط ہوتا ہے، اس سے عقل بنتی ہے، اس سے اعمال کی توفیق ہوتی ہے، اس سے کمزوری طاقت میں تبدیل ہوجاتی ہے، یہ اللہ کی طرف سے پاور ہے، جو انسانوں کو حاصل ہوتا ہے۔

غم سے کہاں فرار ہے!
دل پہ تو روز داغ ہے!
قبضے میں تیرے باغ ہے!
نت نئے گل کھلائے جا!

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے، کبھی اللہ سے غافل نہیں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھتے تو اللہ کا ذکر کرتے، سوتے تو اللہ کا ذکر کرتے۔ بیت الخلاء میں جاتے تو اس سے پہلے اللہ کا ذکر کرتے، باہر نکلتے تو اللہ کا

ذکر کرتے۔ مسجد میں داخل ہوتے تو ذکر کرتے، مسجد سے نکلتے تو ذکر کرتے، جتنی دیر مسجد میں رہتے اتنی دیر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے۔ تبلیغ دعوت تو آپ کی ذمہ داری ہے؛ لیکن آپ کا اپنا عمل کیا ہے؟ آپ کا اپنا عمل بھی یادِ الٰہی ہے، آپ اللہ کے ذکر میں لگے رہیے، اللہ کا نام لیتے رہیے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ (المزمل) اے نبی! آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیے۔ رب کا نام کیا ہے؟، رب کا اصل نام تو اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی فضیلت

الرحمٰن، الرحیم، الملك، القدوس اللہ تعالیٰ کی صفاتی نام بے حساب ہیں، ترمذی کی حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی وقت میں ننانوے صفاتی نام بیان فرمائے ہیں: "إن لله تسعة و تسعين اسما، مائة إلا واحدا، من احصاها دخل الجنة" جو یہ سو ناموں کو یاد کرلے گا جنت میں داخل ہو جائے گا صحابہؓ اپنے بچوں کو یاد کرا دیتے تھے، پچھلے زمانے کے لوگ اپنے بچوں کو یہ حدیث پوری یاد کرا دیتے تھے کہ پوری حدیث کے اندر اللہ پاک کا اسم ذات "اللہ" بھی آگیا اور ننانوے صفاتی نام بھی آ گئے، اس طرح سو نام بچوں کو سو نام پہلے یاد کرایا کرتے تھے، اور یہ سو نام یاد کرنے سے بچے جنتی بن جاتے تھے، پھر جنت والے اعمال کی توفیق ہوتی تھی، پھر جنتیوں میں ان کا شمار ہونے کے اسباب بنتے چلے جاتے تھے۔

اب تو بس کیا عرض کریں! مسلمانوں کو دین کے کسی عمل کا شوق نہیں، اللہ کو پسند ہے تو اللہ کو تو ہوگا پسند، ہمیں تو وہ پسند ہے جو دنیا کو پسند ہے۔ نبی کی پسند تو نبی کی ہوگی پسند، ہم کیا کریں گے؟ کم سنی میں بچوں کو یہی اردو زبان، تیلگو زبان، انگریزی زبان، اور سائنس، کیا کیا اسی میں عمر پوری سکھا دی، لیکن کیا ہم نے بچوں کو اللہ کے پورے سو نام یاد کرا دیئے؟، ہمارے بڑوں نے بچپن میں یاد کرا دیئے، مدرسوں میں بچوں کو یاد کرا دیا، الحمد للہ اس کی وجہ سے زبان زد ہو گئے، زبان پر اللہ کے پورے نام تو ہیں، اور اللہ پاک کے اس کے علاوہ اور بھی نام ہیں۔ قرآن و حدیث کے اندر جگہ جگہ صفاتی ناموں کا ذکر ہے، لیکن "اللہ" اس کا حقیقی نام ہے اس سے اس کی ذات کا اشارہ ملتا ہے اس کے مسمیٰ پر اطلاق ہوتا ہے، اللہ اس کا اسم ذاتی ہے۔

اپنے رب کا نام لیتے رہیے

اللہ نے فرمایا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا نام لیتے رہیے۔ لوگ کہتے ہیں: اللہ، اللہ کرنا بدعت ہے، ہم کہتے ہیں تم کو قرآن نہیں معلوم تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ تم قرآن بھی نہیں پڑھے ہوئے ہوں گے، اس لیے تم کو یہ

ذکر کرنا بدعت نظر آتا ہے۔ ذرا غور کرو! قرآن کہتا ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ اور "وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ" اس کے کیا معنیٰ کریں گے؟ اگر ہم اس کے معنی تاویلات کے ساتھ کریں گے تو بہت کچھ ہو سکتے ہیں لیکن جن لوگوں کو اعتراض ہے وہ تاویل کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں جیسا قرآن میں ہے ویسے ہی ماننا چاہیے، جیسے الفاظ ہیں اسی طرح ماننا چاہیے، اگر الفاظ ہی کو ماننا ہے تو سب سے پہلے اُن کو ماننا چاہیے کہ اللہ اللہ، کرنا سب سے بڑی عبادت ہے بدعت نہیں، ہر دم اللہ کا نام لو، کیوں کہ اللہ فرما رہے ہیں! اے نبی! اپنے رب کا نام صبح وشام، ہر وقت لیتے رہیے، دل میں لیجیے، زبان سے لیجیے، آواز سے لیجیے، بغیر آواز سے لیجیے، ہر وقت اللہ کا نام لیتے رہیے، اور رب کا نام کیا ہے؟ رب کا نام اللہ ہے، کیا اعتراض کرنے والوں کے پاس رب کا کوئی اور نام ہے؟ کچھ اور نام ہوگا تو وہ کہیں گے کہ صاحب God,God کہنا اس آیت پر عمل کرنا ہے، لیکن اللہ اللہ کہنا بدعت ہے،!! تو وہ جانیں اپنی منطق! ہمیں کیا کرنا ہے؟ ہمارا تو ایمان ہے کہ ہمارے رب کا نام اللہ ہے۔ مشائخ نے کون سی غلط بات کی رہنمائی کردی؟ یہ تو خالص قرآن کے حکم کی تعمیل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بکرۃ وعشیا"، "بالغدو والآصال" ڈکشنری لے کر معنی تلاش کرو کہ "غدو"، "آصال"، "بکرۃ اور عشیا" کسے کہتے ہیں؟، اور ہم بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ صبح تھوڑی دیر اللہ کا ذکر کرو، شام کو کچھ دیر اللہ کا ذکر کرو، اور اس کے علاوہ ہر وقت اللہ کا نام لو اور جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلتیں بیان فرمائی ہیں ان فضیلتوں والے اذکار کا اہتمام رکھو۔

مردہ دل ذکر سے زندہ ہوجاتا ہے

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لا يَذْكُرُهُ مَثَلُ الحيِّ وَالمَيِّتِ'' کہ جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے، جو اپنے رب کو بھول جاتا ہے، ان کی مثال زندہ اور مردے کی سی ہے، جو یادِ الٰہی میں ہے وہ زندہ ہیں، جو اللہ کو بھول گیا وہ مردہ ہے، اس لیے مردگی کے دن کاٹنے کے بجائے زندگی پیدا کرو۔ اپنے اندر تازگی پیدا کرو اور وہ پیدا ہوگی اللہ کے ذکر سے۔

قیامت کے دن شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کل قیامت میں میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار بنے تو اس کو چاہیے کہ "لا الہ الا اللہ" کی کثرت کریں۔

غلاموں کو آزاد کرنے کا اجر وثواب

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ وہ قیامت کے دن آل اسماعیل علیہ السلام میں سے یعنی خالص عرب لوگوں کو (اگر کسی نے غلام بنا دیا، آل اسماعیل حقیقۃً غلام نہیں ہے، آل اسماعیل نہایت عالی شان خاندان ہے، لیکن فرض کر واگر کسی نے زبردستی سے غلام بنالیا تو آل اسماعیل میں خالص عرب غلاموں میں سے چار غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کا پر جو اجر وثواب ملے گا اگر تم وہ اجر وثواب بیٹھے، بٹھائے آسانی سے حاصل کرنا چاہتے ہو تو "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی كل شی قدیر" دس مرتبہ پڑھ لیا کرو۔

غریبوں کو مالداروں کے برابر ثواب

صحیح ابن حبان کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے پاس پیسہ نہیں ہے اور پیسے والوں کی خیرات دیکھ دیکھ کر تمہارا دل مچلتا ہے اور تمہارا دل تڑپتا ہے کہ ہم تو اتنے محتاج ہوئے کہ ہم کوئی نیکی کا کام نہیں کر سکتے، مسجدیں نہیں بنا سکتے اور دینی کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے، غریبوں کی مدد نہیں کر سکتے، یتیموں کی پرورش نہیں کر سکتے، دیکھو لوگ کیسے کیسے نیکیاں کما رہے ہیں؟۔ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: میں ایک طریقہ بتاتا ہوں، بڑے بڑے مالداروں کے اجر وثواب کے برابر تم کو اجر مل جائے گا اور تم ان کے برابر ہو جاؤ گے، اور وہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ "اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک وصل علی المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات" کہہ دے، اس دن لوگوں نے جو خیراتیں کی ہیں اللہ کے پاس اس کا اجر اس غریب کو مل جائے گا۔

دو کلمے، زبان پر ہلکے ترازو میں وزنی

بخاری شریف کی سب سے آخری حدیث مشہور حدیث ہے، "کلمتان حبیبتان الی الرحمن ثقلتان فی المیزان خفیفتان علی اللسان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" نبی ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو رحمٰن کو محبوب ہیں، ترازو میں بہت وزنی ہیں، زبان پر بہت ہلکے ہیں، "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" اس کو نبی ﷺ نے کس لئے بیان فرمایا؟ اس لئے کہ اس کو پڑھنا ہے، اس پر عمل کرنا اور یہ ثواب حاصل کرنا اور اللہ سے قربتیں حاصل کرنا ہے۔

استغفار ہر مصیبت کا حل

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری تمام مشکلیں آسان ہو جائیں اور تمام پریشانیاں دور ہو جائیں تو تم "استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ" کہا کرو۔ آج سب کہہ رہے ہیں کہ مولانا! پریشانیاں دور نہیں ہو رہی ہیں، کوئی کام نہیں بنتا، رکاوٹیں ہیں، کیا کسی نے کچھ کرا دیا ہے؟ کچھ سحر جادو ہے کیا؟ کچھ وظیفہ بتاؤ، کچھ عمل بتاؤ۔ مولانا صاحب کہاں سے بتائیں گے اور کوئی عامل کہاں سے بتائے گا؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: تم کو جتنی پریشانیاں ہوں، جتنی رکاوٹیں ہوں، تم بس استغفار کرو۔ استغفار ہر مصیبت کا حل ہے، استغفار ہر درد کا علاج اور ہر درد کا مداوا ہے۔ اور استغفار اس یقین سے کرو کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ نہیں کہا ہے، نعوذ باللہ! میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات غلط نہیں ہو سکتی، اس یقین سے استغفار کر کے دیکھو، مشکلات حل ہوتی ہیں کہ نہیں؟۔

چوبیس گھنٹے ذکر اللہ میں مشغول رہنے کا سہل طریقہ

ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم ہر کام کے وقت جو مسنون دعا ہے، اس کا اہتمام کریں۔ الحمد للہ مدارس و مکاتب کی برکت سے بچوں کو سو سو دعائیں بچپن میں ہی یاد کرا دی جاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کس وقت کیا دعا کرتے تھے۔ امام نوویؒ نے "الاذکار" میں اور امام نسائی نے "عمل الیوم و اللیلۃ" میں، اور خود ہر حدیث کی کتابوں میں "کتاب الاذکار والدعوات" کے عنوان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سینکڑوں حدیثیں ہیں، جب ہم اس کو دیکھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بھی کوئی کام کرتے تھے یا دعائیں ہی پڑھتے رہتے تھے، اگر وہ ہم یاد کر لیں، ہمارے بچوں کو یاد کرا دیں اور عادی بنا دیں، تو ہر وقت نبی کی جو کوئی دعا مسنون ہے، وہ اس کو پڑھیں تو خود بخود چوبیس گھنٹے ذکر اللہ میں مشغول رہیں گے۔

اس کے علاوہ بعض اہل اللہ نے فرمایا کہ جی میں اللہ کو ہر وقت یاد رکھنے کا آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو اپنے دل میں یہ سوچ لو کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟ اللہ کو پسند ہے یا ناپسند ہے؟ اور اگر اللہ کو پسند ہے تو اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اس پر غور کر لیا کرو، اس طرح خود بخود جی میں ہمیشہ اللہ یاد رہیں گے، اللہ کو کبھی بھول نہیں پائیں گے، اللہ کا حبیب بھی یاد رہے گا، اللہ پاک بھی یاد رہیں گے۔ قرآن کریم اور احادیث شریفہ نے ہمیں کثرتِ ذکر اللہ کی ترغیب دی ہے۔

"اللہ" کتنا میٹھا نام ہے

قرآن وحدیث میں جگہ جگہ آیا ہے"اذکروا اللہ ذکرا کثیرا" "لا تزال لسانک رطبا من ذکر اللہ" بلکہ ایک حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب ایک نصیحت پوچھی گئی تو فرمایا جب تمہاری روح نکل رہی ہو تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں مست ہو اور مزے لے رہی ہو۔یعنی جب زندگی بھر (ذکر) کرے گا تو مرتے وقت بھی ذکر میں رہے گا،اور اسی میں اس کی روح نکل جائے گی،اس طرح اللہ کا ذکر لذیذ بنالو، اللہ کے ذکر سے تعلق پیدا کرلو، اللہ کے ذکر کو مرغوب بنالو،محبوب بنالو،اور ساری لذتوں سے زیادہ لذیذ اللہ کے ذکر کو بنالو کیوں کہ نام الٰہی سے بڑھ کر میٹھا وشیریں کون سا نام ہوگا۔مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا اور بالکل صحیح فرمایا تھا۔ ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام!
شیر و شکر می شود جانم تمام!

فرماتے ہیں" اللہ اللہ" ارے کتنا میٹھا نام ہے، جب میں اللہ کہتا ہوں تو میری پوری جان شیر وشکر بن جاتی ہے،اللہ کے نام میں اتنی مٹھاس ہے۔

حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: دیکھو گنا کتنا میٹھا ہے، چوسنے والا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس کے منہ سے کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے،کتنا میٹھا ہے گنا،لیکن ذرا سوچو کہ اس لکڑی کو اتنا میٹھا بنانے والا رب کتنا میٹھا ہوگا، اس کا نام کتنا میٹھا ہوگا، اس کا تذکرہ کتنا میٹھا ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیوں نہیں کرتے ،اللہ کا ذکر کرو، ہر مصیبت کا حل ہے، اللہ سے تعلق بڑھنے کا سبب ہے، ایمان کی مضبوطی کا وسیلہ ہے، آنے والی مصیبتوں کے روکنے کا ذریعہ ہے، آئی ہوئی مصیبتوں کے دفع ہونے کا سبب ہے۔ "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ-اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ" ایمان والوں کے دل تو اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں کسی اور چیز سے اطمینان ان کو نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں توفیق عمل نصیب فرمائے۔ یاد الٰہی کو ظاہر میں، باطن میں، دل میں، زبان پر، آواز سے، بغیر آواز کے، صبح میں، شام میں، دوپہر میں، آٹھوں پہر، اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنے کے اسباب اختیار کرنے، اس کی مشق کرنے اور ذاکر بننے کی توفیق نصیب فرمائے، غافل بننے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔آمین

واٰخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

گوشہ سیرت

گستاخانِ رسول کا انجام

از: مرتب*

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت ''اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَہۡزِءِیۡنَ'' کے تفسیر میں فرماتے ہیں: المستھزئون سے مراد ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، اسود بن مطلب، بنو اسد سے ابو زمعہ بن عبدالعزیٰ، حارث بن غیطلہ سہمی، عاص بن وائل ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے استہزاء کی شکایت فرمائی، اور ابو عمرو ولید بن المغیر ہ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا: تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ یا پیر کی رگ کی طرف اشارہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ کہا کہ آپ کی اس سے کفایت کردی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسود بن المطلب کو دکھایا، تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ کہا کہ اس سے آپ کی حفاظت کردی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسود بن عبد یغوث کو دکھایا، انہوں نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ کہا کہ آپ کو اس سے بچا لیا گیا، عاص بن وائل وہاں سے گذرا تو اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ بتایا کہ آپ اس کے شر سے محفوظ کر دیے گئے۔ چناں چہ ولید بن مغیرہ بنو خزاعہ کے ایک شخص کے پاس سے گذرا جو اپنے تیر کا پَر درست کر رہا تھا کہ ولید کے پیر کو لگ گیا اور اس کی رگ کٹ گئی، اسود بن المطلب اندھا ہو گیا، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ببول کے درخت کے نیچے ٹھہرا، پھر کہنے لگا ارے بھائی! تم لوگ اُسے مجھ سے دور کرو میں مر جاؤں گا، لوگ کہنے لگے ہمیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا ہے، وہ پھر یہی کہنے لگا کہ ارے بھئی! تم لوگ اسے مجھ سے دور کیوں نہیں کرتے؟ یہ کانٹا میری آنکھ میں چبھ رہا ہے، میں ہلاک ہو جاؤں گا، لوگوں نے کہا: ہمیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے، ہوتے ہوتے اُس کی بینائی چلی گئی، وہ اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث زہری کے سر میں کئی پھوڑے ہو گئے وہ اسی سے مر گیا، اور عاص بن وائل کے سر میں کوئی نوک دار ٹہنی گھس گئی اور پورا سر اِن خار دار شاخوں سے بھر گیا اور وہ فوت ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ ۲/ ۲۳۳، ۲۳۴)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشۂ خواتین

فکر مند ماں اور معصوم بچی

(از افادات: حضرت حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم)

فکر مند ماؤں کا اپنے بچوں کو سنت پر عمل کرانے کا حد درجہ اہتمام

ایک صاحب جنھیں میں جانتا ہوں، انھوں نے مجھے بتایا کہ ایک روز میری بیٹی میرے گھر آئی، اس کے ساتھ اس کی ایک تین یا ساڑھے تین سالہ بچی بھی تھی......ایک روز عشاء کی نماز کے بعد ہم لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر بیٹھے گفتگو کر رہے تھے...... جب گفتگو ہو چکی تو میری بیٹی نے اپنی بچی سے کہا کہ بیٹا! اب سونے کا وقت ہو چکا ہے، چلو چل کر استنجا، وضو کرلو، مسواک کرلو، کپڑے تبدیل کرلو اور سو جاؤ...... یہ کہہ کر میری بیٹی بیتُ الخلاء تک گئی...... بیت الخلاء کا دروازہ کھولا اور اپنی بچی سے کہا آؤ بیٹا! استنجا کرلو......جب وہ بچی بیت الخلاء کے پاس پہنچی تو پہلے دایاں قدم اندر رکھنے لگی...... ماں نے دیکھا تو کہا نہیں بیٹا! نہیں بیٹا!...... بچی فوراً سمجھ گئی اور دایاں قدم پیچھے کر کے...... بایاں قدم آگے کیا......اور ماں سے پوچھا امّی! یہ والا؟ ماں نے کہا ہاں بیٹا، یہ والا۔

دیکھئے! بچی صرف تین سال کی ہے...... بہت چھوٹی ہے...... ابھی وہ مکلف بھی نہیں ہے...... اس کے باوجود اسے اس کی ماں نے کچھ تو سکھایا سمجھایا ہوگا کہ وہ بیت الخلاء کے پاس پہنچ کر اپنی ماں سے پوچھ رہی ہے کہ امی! یہ والا؟......یعنی میں پہلے بایاں پیر اندر رکھوں؟...... ماں نے کہا ہاں بیٹا یہ والا...... جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں......تو پہلے بایاں قدم اندر رکھتے ہیں۔

اب دیکھئے! کہ بچی صرف تین سال کی ہے، لیکن اسی عمر سے اس کی ماں اسے کس طرح سنتوں کے اہتمام کی مشق کرا رہی ہے...... جب ایک بچی کو تین سال کی عمر سے اس طرح مسنون اعمال کی مشق کرائی جائے گی ......تو پھر بڑی ہونے کے بعد اعمالِ مسنونہ کے اہتمام پر اسے کیسا دوام حاصل ہو چکا ہوگا......اور اتباع سنت میں کس قدر پختگی آجائے گی......اور پھر ذرا سوچیں تو سہی کہ ماں بیٹی کا یہ عمل جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا جائے گا......تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر خوش ہوں گے کہ میری ایک امتی اپنی بیٹی کو بچپن ہی سے میری اداؤں کی نقل کرا رہی ہے۔

پتہ نہیں ان کے گھر کا کھانا کھانا بھی چاہیے یا نہیں؟

اُنہی صاحب نے ابھی کچھ عرصہ پہلے اپنی نواسی کا ایک واقعہ اور سنایا کہ...... میری بیٹی اپنی بچی کو لیے ایک جگہ ملاقات کے لیے گئی ...... اس وقت اس کی عمر تقریباً ساڑھے پانچ سال ہو چکی تھی۔ وہیں پڑوس میں کچھ جاننے والے اور بھی رہتے تھے...... وہ ایک جگہ اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ پڑوس کے گھر سے ایک بچہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میرے گھر چلو ...... میرے پاس بہت سے کھلونے ہیں...... ہم لوگ وہاں کھیلیں گے...... وہ اس کے ساتھ کھیلنے چلی گئی ...... جب کھیل کر واپس آئی ...... تو اپنی ماں سے کہنے لگی کہ امی جب میں اس کے ساتھ کھیل رہی تھی ...... تو اس کے گھر والوں نے مجھے کھانے کے لیے کچھ چیزیں دی تھیں...... لیکن میں نے کھایا نہیں...... پتہ نہیں ان کے گھر کا کھانا کھانا بھی چاہیے یا نہیں؟۔

دیکھئے! ساڑھے پانچ سال کی بچی ہے لیکن کیسی احتیاط کر رہی ہے...... بھلا اسے جائز اور ناجائز کا کیا پتہ...... لیکن ابھی سے جائز اور ناجائز کی فکر ہے۔

بچی آدھے راستے سے واپس کیوں لوٹ آئی؟

اسی طرح ایک صاحب نے اپنی بچی - جس کی عمر صرف چھ سال ہے - کے متعلق سنایا کہ...... ایک مرتبہ ان کی بیٹی مکتب جانے کے لیے گھر سے نکلی ...... کچھ دور جانے کے بعد دوبارہ پلٹ کر آئی ...... گھر میں داخل ہوئی ...... اور پھر نکل کر مدرسہ جانے لگی...... اس کی والدہ نے دیکھا...... تو اس سے پوچھا کہ بیٹا! کیا بات ہوئی تم لوٹ کر کیوں آ گئی تھیں...... کہنے لگی کہ امی! گھر سے نکلتے وقت مجھے نفس نے دھوکہ دے دیا تھا۔ پوچھا کیا دھوکہ دیا تھا؟...... کہنے لگی کہ گھر سے نکلتے وقت میں بائیں قدم کے بجائے دائیں قدم سے باہر نکل گئی تھی......، کچھ دور جانے کے بعد مجھے خیال ہوا کہ مجھے نفس نے دھوکہ دے دیا...... اور بائیں قدم کے بجائے دائیں قدم سے باہر نکال دیا...... اس لیے میں فوراً پلٹ آئی اور دائیں پاؤں سے گھر میں داخل ہوئی ...... گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھی...... اور پھر بائیں قدم سے باہر نکلی ...... اور گھر سے نکلنے کے بعد کی دعا پڑھی۔

دوستو! یہ سب کیا ہے؟ یہ سب در حقیقت ان فکرمند ماؤں کی تربیت اور سنتوں کے اہتمام کے اَنوار و برکات ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر میں ان کی بچیوں کا دینی شعور بیدار ہو چلا ہے، ان کے اندر دینی فکر پیدا ہو گئی ہے...... سنتوں کے اہتمام کی برکت سے انھیں اسی عمر سے نفس اور شیطان کی جانب سے دیے جانے والے دھوکے سمجھ میں آنے لگیں ہیں...... ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جس گھر میں بچپن سے بچوں کی تربیت اس رُخ پر کی جائے گی...... اور ان کے تمام اعمال کو سنت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جائے گی ...... اور بار بار ان کے سامنے سنت کا

تذکرہ کیا جاتا رہے گا......تو پھران گھروں کے بچے جوان ہوکر فرائض اور واجبات کی انجام دہی پر اور حرام اور ناجائز امور سے بچنے پر کس قدر سختی سے کار بند رہیں گے۔ خدا کرے سنتوں کا ایسا اہتمام ہماری اور ہمارے بچوں کی زندگی میں بھی پیدا ہو جائے تا کہ......ہمیں بھی سنتوں کے منافع اور ثمرات حاصل ہوں اور ان کی برکت سے ہماری دنیا اور آخرت کی زندگی سنور جائے۔ (ماخوذ از: اتباعِ سنت۔ یادرکھو، یادر کھے جاؤ گے، ص:۱۶۶-۱۶۹)

تمام ماؤں سے میری مؤدبانہ درخواست ہے، کہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی سنت کا عادی بنائیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بہ شکریہ: ماہنامہ دوائے دل، ترکیسر گجرات، ماہِ ستمبر ۲۰۲۴)

(بقیہ صفحہ ۸ سے)

علماء فرماتے ہیں کہ ''ذُنُوبُ الْخلوَاتِ اَصلُ الْاِنْتِکاسَات''یعنی تنہائی کے گناہ ہی انسان کے ایمان سے محروم ہو جانے اور سوئے خاتمہ کا اصل سبب ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے......اور پھر میدانِ محشر میں کیا ہوگا......وہ اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے......پھر ایک مرتبہ بلکہ بار بار اس حدیث مبارک کو دل کی آنکھوں کو کھول کر ہم پڑھیں......اور ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔ علاج تنہائی کے گناہوں سے بچنے کے لیے اپنے دل میں یقین پیدا کریں کہ ''میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے''......ایسی جگہوں پر یہ جملہ......''میں ہر دم اللہ کی نظر میں ہوں''...... یا اس جیسے جملے لکھ کر لگائیں......اپنے فون کی اسکرین پر ایسے جملے لکھ کر لگائیں......تا کہ استحضار پیدا ہو......جب کیمرے کے خوف سے لوگ چوری نہیں کرتے......اور غلط کام نہیں کرتے......تو اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے دھیان سے......کیوں گناہوں سے نہیں بچ سکتے؟؟!

پیارے دوستو! تنہائی کے ان گناہوں کی لذت بہت تھوڑی سی ہے......اس کے بدلے میں آخرت کی دائمی......اور حقیقی لذتوں کا سودا ہرگز نہ کیجیے......تھوڑی ہمت کر کے ان گناہوں سے بچ کر......اپنے آپ کو اللہ کے ولیوں میں شامل کر لیجیے۔ اللہ پاک ہمیں ظاہری اور باطنی ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تذکارِ صحابہ

حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت شماس بن عثمانؓ کا شمار ان قدیم الاسلام صحابہ میں ہوتا ہے، جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ندائے حق پر پہلے پہل لبیک کہا اور دولت ایمان سے بہرہ ور ہوکر سابقین اولین کی فہرست میں شامل ہوئے۔ آپ کو حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ نیز آپ نے بدر واُحد میں ذوق وشوق سے حصہ لیا؛ بل کہ اُحد میں تو ڈھال بن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دفاع کا حق ادا کردیا اور ہمت واستقلال کے ساتھ سینہ سپر ہوکر دادِ شجاعت پاتے رہے، حتیٰ کہ زخموں سے چور ہوگئے اور ایک دن ایک رات کے صبر آزما مرحلے کے بعد جامِ شہادت نوش فرمایا۔

مختصر سوانحی خاکہ:

آپ کا نام نامی: شماس، والد کا نام عثمان اور والدہ کا نام صفیہ تھا۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: شماس بن عثمان بن شرید بن سوید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم القرشی المخزومی۔ حضرت شماسؓ کے سکڑ دادا ہرمی بن عامر مکہ میں لوگوں کو شہد پلایا کرتے تھے، اس نسبت سے انھیں ''ابن ساقی العسل'' کہا جاتا ہے۔ آپؓ کا اصل نام والد کے نام کی طرح عثمان تھا؛ مگر آپ ایک واقعہ کی بنا پر شماس بن عثمانؓ سے مشہور ہوگئے۔ ہوا یوں تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرتبہ عیسائیوں کے کچھ پادری مکہ مکرمہ آئے۔ ان میں ایک پادری نہایت جمیل وخوبصورت تھا۔ مکہ کے لوگوں نے اسے دیکھا تو اس کی خوبصورتی پر بہت متعجب ہوئے۔ اس پادری کا نام شماس تھا۔ عتبہ بن ربیعہ جو آپ کا ماموں تھا کہنے لگا: ٹھہرو! میں تم لوگوں کو اس سے بھی زیادہ خوبصورت نوجوان دکھاتا ہوں۔ وہ اپنی بہن صفیہ کے گھر گیا اور اپنے بھانجے عثمان کو لے آیا۔ لوگوں نے جب اسے دیکھا تو کہا: واقعی یہ نوجوان اس عیسائی شماس سے زیادہ خوبصورت ہے چنانچہ مکہ کے لوگ عثمان بن عثمان مخزومی کے اصل نام کو بھول گئے اور انہیں شماس بن عثمان مخزومی کے نام سے یاد کرنے لگے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہؓ)

شماسؓ کا ابھی عہد طفولیت تھا کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں صفیہ بنت ربیعہ پر قیامت ٹوٹ

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

پڑی؛لیکن شماس رضی اللہ عنہ کے ماموں عتبہ بن ربیعہ نے بیوہ بہن اور یتیم بھانجے کے سر پر دست شفقت رکھا اور ان کو والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔شماس رضی اللہ عنہ ماموں اور ماں کے زیرسایہ عنفوان شباب کو پہنچے۔شماس رضی اللہ عنہ کے سیاہ چمکیلے بال، موتیوں جیسے دانت، گورا چٹا رنگ، ستواں ناک، غلافی آنکھیں، کتابی چہرہ اور ایسے خدوخال تھے کہ دیکھنے والوں کو مسحور کر دیتے۔شماس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت سے بھی نوازا تھا،ابھی انیس بیس برس کے خوب رو جوان تھے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز فرمایا۔ان کے کان جونہی دعوت توحید سے آشنا ہوئے انہوں نے فوری اس پر لبیک کہا۔مورخین کہتے ہیں کہ جس وقت شماس رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں جبینِ نیاز خم کئے، اُس وقت چند ہی نفوس قدسیہ حلقہ بہ گوشِ اسلام ہوئے تھے۔(اُسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم)

دورِ ابتلا اور ہجرت حبشہ و مدینہ:

یہ حقیقت ہے کہ اسلام کی صداقت وحقانیت اپنا وجود منوا کر رہتی ہے؛مگر اُس کے لیے سچی طلب،خلوصِ نیت اور جذبۂ محبت شرط ہے۔کفر کے اندھیروں سے نکل کر حق کی روشنی کے متلاشی بالآخر نورِ حق سے منور ہو ہی جاتے ہیں۔چناں چہ حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ صفیہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا نے ابتدا ہی میں نہ صرف دعوتِ توحید پر صدائے لبیک بلند کیا؛بل کہ اس راہ کی آزمائشوں اور ایذاؤں سے دو چار ہوئے اور صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔یہ بڑا پُرآشوب زمانہ تھا اور دعوتِ حق قبول کرنا گرداب بلا میں پھنسنے کے مترادف تھا۔جوں جوں اسلام کی دعوت پھیلتی جاتی تھی قریشِ مکہ کی آتشِ غضب اور تیز ہوتی جاتی تھی۔جور وتعدی کا کوئی حربہ نہ تھا جو انہوں نے اہل حق پر نہ آزمایا ہو۔ان کے دست ستم سے صفیہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا اور شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔بالآخر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ سے حضرت شماس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اور اہلیہ ام حبیب بنت سعید مخزومیہ رضی اللہ عنہا کے ہم راہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے دوسرے قافلے میں شامل ہو گئے۔تراسی اصحاب اور اٹھارہ صحابیات پر مشتمل یہ قافلہ حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حبشہ پہنچا۔مہاجرینِ حبشہ کی ایک جماعت تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے ساتھ غزوۂ خیبر تک حبشہ میں رہی،البتہ ابن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق چالیس کے لگ بھگ مسلمان مختلف اوقات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرتِ الی المدینہ سے پہلے مکہ واپس آ گئے۔ان واپس آنے والوں میں حضرت شماس رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ بھی تھیں؛لیکن مکہ میں ان کو واپس آئے ہوئے زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ ہجرتِ مدینہ کا اذن ہو گیا۔حضرت شماس رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے، اور مدینہ منورہ میں حضرت مبشر رضی اللہ عنہ بن عبدالمنذر انصاری کے گھر قیام فرمایا۔ہجرت کے چند ماہ بعد جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت شماس رضی اللہ عنہ کو غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

بن ابی عامر انصاری کا اسلامی بھائی قرار دیا۔

غزوات میں شرکت اور قابل رشک شہادت:

حضرت شماس رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں پوری جاں بازی سے حصہ لیا۔ آپ کا ماموں عتبہ بن ربیعہ مشرکین کی طرف سے لڑتا ہوا واصل جہنم ہوا۔ تین ہجری غزوہ اُحد میں بھی آپ رضی اللہ عنہ بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے اور دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ لڑائی کے دوسرے مرحلے میں ایک اتفاقی غلطی سے مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب صرف چند جانثار رہ گئے۔ ان جانثاروں میں حضرت شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطرے میں دیکھ کر حضرت شماس رضی اللہ عنہ کے جسم میں غضب کی چستی اور قوت آ گئی تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں آگے پیچھے رہتے تھے اور ان کی تلوار برق بے اماں بن کر کافروں پر گر رہی تھی۔ اس وقت وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر تھے۔ دھن تھی تو صرف یہی کہ کوئی مشرک رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب نہ پھٹکنے پائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اُحد کے دن شماس رضی اللہ عنہ کو اپنے لیے ایک ڈھال کی طرح دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں بائیں، جس طرف رُخ مبارک پھیرتے، حضرت شماس رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے پاتے۔ انھوں نے تلوار سے، پھر اپنے جسم سے آپ کا پروانہ وار دفاع کیا۔ بلاشبہ یہ نہایت مشکل وقت تھا۔ ابی بن خلف نے حضرت شماس رضی اللہ عنہ پر کاری زخم لگائے۔ زخموں سے نڈھال ہو کر وہ زمین پر گر پڑے اور بہت زیادہ خون بہنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔ بہت سارے دیگر شہدا کی طرح ان کو بھی شہید سمجھ لیا گیا۔ شام کے وقت دشمن نے اپنی جنگ ادھوری چھوڑ کر مکہ کی راہ لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ حضرت شماس رضی اللہ عنہ بے ہوش ہیں؛ لیکن ان کی سانس چل رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر انھیں فوری طور پر مدینہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل کیا گیا۔ تب حضرت شماس رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، جو اُس وقت تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں نہ آئی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کہا: شماس میرے چچا زاد بھائی ہیں، میں انھیں اپنے گھر لے جانے کے لیے آئی ہوں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے علاج معالجہ اور تیمارداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حضرت شماس رضی اللہ عنہ مسلسل بے ہوش رہے، کچھ کھایا نہ پیا۔ ایک دن اور رات گزارنے کے بعد انھوں نے جامِ شہادت نوش کیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ واقدی کا کہنا ہے کہ شہدائے احد میں وہ اکیلے تھے، جنھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔ دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ شماس رضی اللہ عنہ کی میت کو احد کے میدان میں لے جایا جائے، چنانچہ ان کو اسی خونی پیراہن میں نماز جنازہ پڑھائے بغیر اُحد کے گورِ شہیداں میں دفن کر دیا گیا۔ (طبقات ابن سعد، الاستیعاب ابن عبد البر)۔

اصلاحی مضامین

حرام خوری یہ بھی ہے

از: مولانا ناصرالدین مظاہری

چندروز پہلے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ایک اقتباس پڑھا تو چودہ طبق روشن ہوگئے۔حضرت سے کسی نے پوچھا کہ میں ایک جگہ استاذ ہوں پڑھاتا ہوں بعض لوگ اوقات تعلیم کے وقت پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں ان سے باتیں کرنے میں جو طلبہ کا حرج ہوتا ہے تو کیا یہ خیانت ہوگی؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ’’بے شک یہ خیانت ہے‘‘ان لوگوں کو منع کردینا چاہیے کہ یہ کام کا وقت ہے، پھر اس شخص نے عرض کیا کہ جو اس وقت تک ہوچکا یا آئندہ اتفاقاً ایسا پھر ہوجائے تو کیا اس کا کوئی بدل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: سوائے توبہ کے اور کوئی بدل نہیں عرض کیا خارج اوقات میں کوئی کام کردیا جائے؟ فرمایا: یہ بھی اس کا بدل نہیں،فرضوں کے قائم مقام نفل تھوڑا ہی ہوسکتی ہیں،کام کے وقت کام کرنا چاہئے اور لوگوں کو منع کردینا چاہئے"

اس واقعہ کو محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ نے باقاعدہ لکھوا کر شائع کرایا تھا۔

اب تو خیر چراغ لے کر بھی تلاش کرنے سے کوئی ایسا نمونہ نہیں ملتا ورنہ زیادہ دن نہیں گزرے میرے استاذ تھے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین،حضرت مولانا اطہر حسین،حضرت مولانا علامہ محمد یامین سہارنپوری رحمہم اللہ یہ لوگ قلت تنخواہ کے باوجود ہر ماہ پابندی کے ساتھ "کوتاہی ملازمت" کے نام سے کچھ نہ کچھ پیسے دفتر مالیات میں جمع کراتے تھے تاکہ ممکن ہے انجانے میں ہی ہونے والی کوتاہی کی تلافی ہوسکے۔

زیادہ پرانی بات نہیں ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی،حضرت مولانا محمد یونس جونپوری استاذ گرامی حضرت مولانا رئیس الدین بجنوری نے حساب لگوا کر تنخواہ کے نام سے ایک ایک پائی جوڑ کر مدرسہ کے خزانے میں واپس جمع کرادی،دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری نے بھی پائی پائی کا حساب کرکے لی ہوئی تنخواہ واپس مدرسہ میں جمع کرادی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

"حرام خوری کی بہت ساری قسمیں ہیں، بہت سی قسمیں ایسی بھی ہیں جن کو لوگ حرام سمجھتے ہی نہیں، مثال کے طور پر ایک ملازم ہے اور جتنا وقت دینا چاہئے اتنا وقت نہیں دے رہا ہے اس کے اوپر لازم ہے کہ اگر آٹھ گھنٹے ملازمت کا وقت ہے تو پورے آٹھ گھنٹے ملازمت میں خرچ کرے دس منٹ بھی بچا لئے یا پندرہ منٹ ہی بچا لئے تو پندرہ منٹ جو اس نے نکالے ہیں اس پندرہ منٹ کی جو تنخواہ ہوگی وہ تنخواہ حرام ہوگی اور وہ کھانا بھی حرام ہوگا اس میں حرام کی آمیزش ہوجائے گی کیوں کہ اس نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کی، اس نے وہ وقت نہیں دیا جو طے تھا، یہ حرام خوری ہے، لوگ اس کو حرام نہیں سمجھتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ملازمت کے جو فرائض ہیں ان فرائض کو چھوڑ کر نفلی نماز بھی جو پڑھے گا نفلی تلاوت بھی کرے گا وہ حرام ہوگا اس کے لئے اور اس وقت کی تنخواہ اس کے لئے حرام ہوگی"

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے:

"اگر کوئی استاذ طے شدہ وقت کی پابندی نہیں کرتا اور سمجھانے اور تنبیہ کرنے کے بعد بھی باز نہیں آتا تو ادارے کی انتظامیہ اس کی تنخواہ میں سے اس قدر کٹوتی کرسکتی ہے جس قدر وہ غیر حاضر رہا ہو اس سے زیادہ کٹوتی کرنے کی اجازت انتظامیہ کو نہیں ہوگی"۔

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی بانیان مظاہر علوم میں سے ہیں آپ کے تقویٰ اور ورع کے بہت سے واقعات اب بھی مشہور و معروف ہیں چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد زکریا مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ حضرت کے پاس اگر کوئی ذاتی شخص ملاقات کے لیے آجاتا تو آپ گھڑی میں وقت دیکھ کر ایک کاغذ پر وقت آمد لکھ لیتے پھر جب چلا جاتا تو گھڑی میں دیکھ کر جانے کا وقت لکھ لیتے اور پھر ان تمام منٹوں کو جوڑتے اور مجموعی طور پر اگر آدھے دن سے کم وقت ہوتا تو آدھے دن کی تنخواہ وضع کرادیتے اور اگر آدھے دن سے زیادہ وقت ہوتا تو پورے دن کی تنخواہ وضع کرادیتے تھے۔ (آپ بیتی)

آپ کا یہی تقویٰ اور ورع تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کو رقعہ لکھا کہ اگر کسی روز کسی ذاتی غرض سے مدرسہ کے کام نہ کرسکیں تو مدرسہ سے تنخواہ نہ لیں جیسے مولوی محمد مظہر صاحب کرتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا محمد مظہر نانوتوی)

اصل میں "الناس علی دین ملوکھم" ایک عام اصول ہے، سربراہ مملکت کا کردار رعایا بہت جلد قبول کرتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر بندے کے پیچھے ڈنڈا اور تلوار لے کر نہیں چلتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز ہر شخص کے لئے شمشیر برہنہ نہیں تھے، پھر بھی ان بزرگوں کی حکومت آج تک مثالی بنی ہوئی ہے کیونکہ

یہ پہلے خود عمل کرتے تھے۔عوام تو خود بخود اپنے پیش رو اور فرمانروا کی اقتدا کرتے ہیں۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ

''اوقات درس کی پابندی میں اپنی نظیر خود تھے، گھنٹہ شروع ہوتے ہی درسگاہ میں داخل ہوجاتے اور ایک دومنٹ قبل ہی فارغ کردیتے، حتیٰ کہ بعض اساتذہ دارالعلوم دیوبند نے درس حدیث میں اوقات کی پابندی کا سبق شیخ الادب سے ہی لیا''۔

حلال حلال کی رٹ لگانا بہت آسان ہے، حلال کمانا اور حلال کھانا اور کھلانا فی زمانہ بہت مشکل ہے، وقت کی پابندی، امور مفوضہ کی پابندی، خوف خدا، حساب اور اللہ کے دربار میں پیشی کا ڈر نہایت ضروری ہے۔صرف منبر ومحراب اور مجالس ومحافل میں تقویٰ پر تقریر کردینا یا مسندِ افتاء وارشاد پر بیٹھ کر تقویٰ کے فتوی دے دینا بہت آسان ہے، عملی دنیا میں حزم واحتیاط اور فتویٰ پر تقویٰ کو اہمیت دینا بہت مشکل ہے، ہم اپنی آسانی کے لئے فتوے تلاش کرنے لگے، ہم دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے فتوے لینے لگے حالاں کہ فتویٰ تو ہر مرد مسلم کی زندگی کا لابدی حصہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(بہ شکریہ: ماہنامہ ضیائے علم حیدرآباد، ماہِ جولائی ۲۰۲۴ء)

غیبت سے بچنے کا طریقہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرمایا کہ:

ایک خط آیا ہے۔لکھا ہے کہ غیبت سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر معلوم ہوجائے ممنون ہوں گا۔ میں نے لکھ دیا کہ استحضار اور ہمت۔(استحضار یعنی: اس گناہ کی سزا اور عذاب کو بار بار یاد کیا جائے کہ اگر قیامت میں اس کی سزا ملی تو کیا ہوگا؟ اور ہمت یعنی: ارادہ کی طاقت کو کام لاکر گناہ سے رکا جائے۔) اس پر فرمایا کہ یہ سب کام کرنے کے ہیں۔بدون ہمت کے کچھ نہیں ہوتا۔یہاں وظیفوں کا کام نہیں جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے۔

(منتخب ملفوظات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ص:۲۲۰)

اصلاحی مضامین

زبان کوفتنہ انگیزیوں سے محفوظ رکھیے!

از: مفتی محمد صادق حسین قاسمی*

زبان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے،قوتِ گویائی کا نصیب ہونا پروردگارِ عالم کا بڑا احسان ہے، زبان ہی ذریعہ انسان اپنے جذبات ،خیالات اوراحساسات کا اظہار کرتا ہے،انسانی جسم میں زبان کی بڑی اہمیت ہے،زبان ظاہری اعتبار سے مختصر ہےلیکن کام اور خدمات کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔زبان کے ذریعہ خیر بھی وجود میں آسکتا ہےاورشر کوبھی موقع مل سکتا ہے،زبان کے ذریعہ اچھائیوں کوفروغ دیا جاسکتا ہےاورزبان ہی کے ذریعہ معاشرہ کو تباہ وبرباد کرنے میں کردار اادا کیا جاسکتا ہے۔فساد وبگاڑ،اصلاح ودرستی زبان کے صحیح استعمال پرموقوف ہے۔اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت اہتمام کے ساتھ زبان کے درست استعمال کرنے کی تعلیم دی اورتاکید فرمائی،قرآن کریم میں زبان کےاچھےاستعمال کرنے کی بھرپور ترغیب دی گئی ہے۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (قٓ:۱۸)انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا ،مگراُس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے ،ہروقت(لکھنے کے لئے) تیار!۔‘‘زبان کے درست استعمال پرپورے جسم کی سلامتی ہےاورجیسے ہی زبان بگڑی توآفت ومصیبت پورے جسم پرآجاتی ہے، اس لئے انسانی جسم کے دیگراعضاءزبان سے سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلہ میں ارشادفرمایا: جب آدمی صبح سوکر اٹھتا ہےتو سارے اعضاءزبان کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے اللہ سے ڈرتی رہ!اس لئے ہم تیرے ساتھ ہیں اگرتو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے،اوراگرتوٹیڑھی ہوگی تو ہم ٹیڑھے ہوں گے۔(ترمذی:۲۴۰۷)زبان ہی کے استعمال پرانسان جنت یا جہنم کا حق دار بنتا ہے،اچھا استعمال کرکے جنت کا مستحق اور بُرا استعمال کرکے جہنم میں داخل کیا جاتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: کیاتم جانتے ہوکیا چیزلوگوں کوسب سے زیادہ جنت میں داخل کرے گی؟ وہ اللہ کا تقویٰ اورخوش اخلاقی ہے۔اورکیا تمہیں معلوم ہےسب سے زیادہ کیا چیزلوگوں کوجہنم میں

* مدیر ماہنامہ ’’الاصلاح‘‘ کریم نگر

پہنچائے گی؟ وہ دو درمیانی چیزیں، یعنی منہ اور شرم گاہ ہیں۔ (ترمذی: ۲۰۰۴)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: جو شخص مجھ سے اس چیز کی ضمانت لے لے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور اس چیز کی جو اس کے پیروں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ) تو اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ (بخاری: ۶۴۷۴)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تین چیزوں کے شر سے محفوظ ہوتا ہے وہ دنیا کے تمام شرور اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔ (۱) لقلقہ: یعنی زبان کی فضول گفتگو کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔ (۲) قبقبہ: یعنی اپنے منہ کے شر سے محفوظ رہتا ہے، اس کے منہ میں کبھی حرام اور ناجائز غذا نہیں پہنچ سکتی۔ اور اپنے آپ کو تمام حرام غذاؤں سے دور رکھتا ہے۔ (۳) ذبذبہ: یعنی اپنی شرم گاہ کے فتنوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ (شعب الایمان: ۵۱۴۱) انسان کے لئے بھلائی اور سعادت کی بات یہ ہے کہ وہ زبان سے اچھی بات نکالے یا خاموش رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ یا تو خیر کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری: ۶۰۱۸) زبان کی لغزش قدم کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے اور جتنا انسان زبان سے پھسلتا ہے قدم سے نہیں پھسلتا۔

اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ بندہ کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے، اور صرف اس لئے کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے، اسی کلمہ کی وجہ سے ایسی ہلاکت والی گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے جس کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا: بلاشبہ انسان اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے نہیں پھسلتا۔ (شرح السنۃ: ۴۱۳۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو بھی زبان کے درست استعمال کی تعلیم دی، اور ان کو کامیابی کا طریقہ یہ بتایا کہ زبان کو قابو میں رکھنے والے بنیں۔ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ہیں ان میں سے چند نقل کئے جاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی رضی اللہ عنہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی، جب انہوں نے نجات کا ذریعہ معلوم کرنے کے لئے نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا، ان میں سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ: احرس لسانک۔ (مسند احمد: ۱۶۸۸۳) اے عقبہ! اپنی زبان کی حفاظت کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تمہیں ایسی دو عادتیں نہ

بتاؤں جو پیٹھ پر ہلکی (یعنی کرنے میں آسان) اور میزان عمل میں بھاری ہیں۔انھوں نے عرض کیا: ضرور بتائیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا(۱) لمبی خاموشی۔(۲) خوش اخلاقی۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، مخلوق نے ان دو عادتوں سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں کیا۔(شعب الایمان:۸۰۰۶)

ایک موقع پر ان سے یہ بھی فرمایا: تم لمبی خاموشی اختیار کرو، کیوں کہ اس کے ذریعہ شیطان ذلیل ہوکر دور ہوگا اور اس سے تمہارے دینی کاموں میں مدد ملے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی بندے کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبت ہونے اور کم بولنے کی نعمت دے دی گئی ہو تو اس سے قریب ہو جاؤ۔(یعنی اس کی صحبت اختیار کرو) کیوں کہ اس پر حکمت کا ارتقاء ہوگا۔(یعنی اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت کی باتیں ڈالتے ہیں۔) (مشکوٰۃ)

حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ایک دن) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ میرے بارے میں جن چیزوں سے ڈرتے ہیں ان میں سب سے زیادہ خوفناک کونسی ہے؟ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر اپنی زبان مبارک کو پکڑا اور فرمایا کہ یہ چیز یعنی تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ ڈر اس زبان سے لگتا ہے کہ گناہ کی اکثر باتیں اس سے سرزد ہوتی ہیں، لہذا تم اس زبان کے فتنہ سے بچو۔(ترمذی:۲۴۱۰)

زبان کی حفاظت کا اہتمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیائے امت میں کس درجہ تھا اس کا اندازہ ان حضرات کے اس عمل سے لگایئے۔ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہائیں! اللہ آپ کو بخشے، یہ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں پہنچا دیا ہے، اس لئے کھینچ رہا ہوں۔(مشکوٰۃ مع مظاہر حق جدید:۴/۴۴۱)

حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری زبان درندہ ہے، اگر اسے چھوڑ دوں گا تو مجھے کھا جائے گا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے دین میں عقل مند نہیں ہے جو اپنی زبان محفوظ نہیں رکھتا۔ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر تم کو اپنی باتوں کی کتابت کے لئے کاغذ خریدنے پڑتے تو اس کی قیمت کے بوجھ کی وجہ سے زیادہ بولنے سے رک جاتے۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ نے بیس سال تک دنیا کی بات نہیں کی اور جب بھی کوئی بات کرتے تو ایک دوات اور کاغذ اور قلم پاس رکھ لیتے تھے، جو بھی بات کرتے اس کو لکھ لیتے، پھر شام کو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے تھے کہ

فلاں فلاں بات کس ضرورت سے کہی اور بقدرِ ضرورت کہی یا ضرورت سے زیادہ۔(زبان کی حفاظت:۱۴۲)

حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص آکر ان سے سوال کرتا تو بعض اوقات امام صاحب دیر تک خاموش رہتے ،کوئی جواب نہ دیتے۔کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت!اتنی دیر ہوگئی،آپ کچھ بول ہی نہیں رہے ،کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں!جواب میں فرمایا:حتی اعرف ان الفضل فی السکوت او فی الکلام۔میں اس لئے خاموش ہوں کہ یہ دیکھ لوں کے خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے یا بولنا زیادہ بہتر ہے۔(اصلاحی مجالس:۱/ ۱۴۴)

الغرض!زبان جہاں بڑی نعمت ہے وہیں اس کی بڑی ذمہ داری بھی ہے۔زبان سے ظاہر ہونے والے بہت سے گناہ ہیں،جس کو ہم نے یہاں ذکر نہیں کیا،زبان کی حفاظت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور بھی ارشادات منقول ہیں،اور صحابہ و بزرگانِ دین کے سبق آموز واقعات بھی ہیں،ان تمام کا احاطہ نہیں کیا گیا۔فتنوں کے اس دور میں انسان کے لئے بہت بڑی سعادت کی بات ہوگی کہ وہ اپنی زبان کا صحیح استعمال کرنے والا بن جائے،ایک مومن کامل کی علامت ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتائی ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے،جب مسلمان ان باتوں کو پیشِ نظر رکھے گا تو پھر ہر لفظ سوچ سمجھ کر نکالے گا،اپنی زبان سے نکلنے والی باتوں کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نتائج پر غور وفکر کرے گا۔

بدبختی اور بدنصیبی کی بات ہے کہ زبان کو بے لگام چھوڑ دیا جائے اور،جیسے چاہے اس کا استعمال کیا جائے،آداب اور فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھے بغیر قینچی کی طرح زبان استعمال کرتے ہوئے عظیم شخصیات کو مجروح کرنے اور لعن طعن کرنے کو کمالِ علم و ہنر سمجھا جائے۔اس وقت یہی فتنے ہیں جس میں لوگ مبتلا ہوئے جارہے ہیں،علم و تحقیق کے نام پر بے جا اور غیر ضروری باتیں خود بھی کررہے ہیں اور لوگوں کو اپنی پُرفریب باتوں میں الجھا رہے ہیں۔ایسے پُرخطر حالات میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی زبان کو فتنہ انگیزی کے لئے استعمال نہ کریں،ہماری زبان کے بول تعلیماتِ دین اور مسلماتِ اسلام پر حملے کرنے والے نہ ہوں۔زبان کے ذریعہ خیر پھیلانے والے بنیں،شر کو دفع کرنے والے بنیں،اتحاد کی دعوت کو عام کرنے والے بنیں،اختلاف وانتشار کو بڑھنے سے روکنے والے بنیں۔ورنہ کل قیامت کے دن خدا کے حضور اس زبان کی بے جا بکواس اور ہفوات کا جواب دینا پڑے گا اور اگر کسی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خدا کے نیک بندوں کے خلاف زبان درازی کی گئی تو دنیا وآخرت میں انجام بد سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اصلاحی مضامین

فیس بک کے نام نہاد مفکرین کے نام

از: ڈاکٹر مولانا ظفر دارک قاسمی

فکری اور نظریاتی اختلاف کی گنجائش سے کبھی بھی انحراف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک کو اپنی رائے دینے کا بھی اختیار ہے۔ لیکن یہ اختلاف اور تنقید اصول وضوابط اور مہذب انداز میں رہے تو یقیناً اس کے مفید و موثر اثرات معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ وہیں اگر ہمارے نظریاتی اختلاف میں ذاتی عناد، مسلکی تعصب، علمی برتری فخر ومباہات شامل ہو جائے، یا نسبت وتعلق کے عمل دخل کی بنیاد پر کسی بھی مسئلہ میں نظریاتی اختلاف کیا جائے گا تو اس کے اثرات یقینی طور پر مایوس کن اور متنفرانہ ہی ہوتے ہیں۔

آج سوشل میڈیا کے صارفین کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جنہیں نہ تنقید وتحقیق کے آداب پتہ ہیں اور نہ وہ علمی روایات کے پاسدار ہیں اور نہ ہی ان کا سماجی یا سیاسی اثر ورسوخ ہے۔ جب اس طرح کے لوگ کسی پر تنقید کرتے ہیں تو وہ تنقید نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ تنقیص ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو کوئی نہیں پوچھتا ہے تو وہ اپنی بوکھلاہٹ کا شکار کسی بھی شخص کو بنا لیتے ہیں۔ آج سوشل میڈیا پر جو چیزیں دیکھنے کو مل رہی ہیں یا سیاسی، سماجی یا نظریاتی مسئلہ میں اختلاف کا جو رویہ پایا جا رہا ہے وہ جاہلوں سے بھی گیا گزرا ہے۔ اس اختلافی کردار میں تنقید کے اسلوب وآداب تو بہت دور کی بات ہے فیس بک کے ان نام نہاد مفکرین کی چیزوں کو دیکھ کر ہنسی آتی ہے تو وہیں ایسا لگتا ہے کہ ابھی انہیں اختلاف رائے کی بنیادی باتیں ہی نہیں معلوم ہیں۔

یہ طبقہ جس قدر جاہل اور ان پڑھ معلوم ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ یہ جذباتی اور نفسیاتی طور پر معذور بھی ہے۔ اسی پر بس نہیں یہ طبقہ خود غور وخوض یا تدبر وتفکر قطعی نہیں کرتا ہے بلکہ کسی کے تابع ہو کر اول فول بکنے لگتا ہے بعض فیس بک کے مفکرین کی تحریریں پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی کے اشاروں پر رقص کر رہے ہیں، ان سے یہ سب کچھ کروایا جا رہا ہے۔ ان کی نہ کوئی اپنی رائے ہے اور نہ سوچ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فیس بک کے مفکرین کسی کے خلاف تحریر لکھنے کے بعد باقاعدہ اپنے حواریین سے کہہ کر اپنی تحریر وتقریر پر کمینٹ نشر کراتے

ہیں۔اس کے بعد فخریہ کہتے ہیں کہ میری فلاں پوسٹ پر اتنے کمینٹ آ گئے اور اتنے شیئر ہو گئے۔ جب کہ سچ یہ ہے کہ ان نام نہاد مفکرین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اگر واقعی مفکر و دانشور یا ملت کا بہی خواہ بننے کا اشتیاق ہے تو یہ بات سمجھنی ہوگی کہ فیس بک پر تحریر لکھنے اور کسی کو گالی بکنے، یا اس کو ذاتی طور پر عناد وتعصب کا شکار بنانے سے کوئی مفکر نہیں بن جاتا ہے اور نہ سماج کا حساس اور سنجیدہ طبقہ ایسے لوگوں کو اپنا قائد ورہبر سمجھتا ہے۔اس لیے جو صلاحیت ہم اس طرح کی لایعنی باتوں میں صرف کر رہے ہیں اس سے بہتر ہے کہ زمینی سطح پر تعمیری اور مثبت کام کریں تاکہ اس سے معاشرے کا کچھ بھلا ہو سکے۔روایتی طرز عمل اختیار کرنا یا جذبات میں آ کر اپنے ہوش کھو بیٹھنے کی اہمیّت اسلام میں قطعی نہیں ہے۔ جب سماج میں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اس پر کچھ کہنے، لکھنے اور بولنے سے قبل مخلصانہ طور پر غور وخوض کر کے کوئی رائے دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی طرح کسی کی رائے ،نظریہ اور فکر سے اختلاف کرنے سے پہلے بھی اپنی باتوں پر نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے اختلاف سے سامنے والے کی دل آزاری بھی نہ ہو اور اس کی اصلاح بھی ہو جائے۔ یہ رویہ تو موزوں بھی ہے اور معاشرتی ترقی کے لیے مفید و موثر بھی ہے۔البتہ کسی نے کچھ کہا اور اس کے خلاف ہنگامہ برپا کر دینے یا تہذیب وتمدن کا لباس اُتار کرنا چنے سے کبھی بھی سامنے والے کی اصلاح نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ہمارا یہ کردار رہا ہے۔فیس بک کے نام نہاد مفکرین کو اپنے رویہ اور اختلاف رائے کے طریقہ میں علمی وتحقیقی مزاج پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ نرمی بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔حالیہ تنازع کے تعلق سے بعض فیس بک کے مفکرین کی تحریریں نظر نواز ہوئیں تو پتہ چلا کہ اختلاف رائے یا کسی کی اصلاح کرنے کا یہ رویہ تو ہرگز نہیں ہے۔اسلامی تعلیمات میں اس طرح کی کوئی روایت یا اصحاب علم وفضل کا کوئی کردار ایسا نہیں ملتا ہے جو کہ فیسبک کے نام نہاد مفکرین کی حمایت کرتا ہو۔ہاں اس رویہ کو نفرت وعداوت پر مبنی کوئی رویہ قرار دینے میں کسی طرح کی قباحت نہیں ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب یہ گہما گہمی اور غیر سنجیدہ باتیں نشر ہوتی ہیں تو وہ لوگ ضرور ہنستے ہوں گے جو ہر وقت ہماری کوتاہی تلاش کرنے کے لیے کمربستہ رہتے ہیں۔ وہ سوچتے ہوں گے کہ جو قوم اختلاف میں علمی روایت کو برقرار نہیں رکھ سکتی اور نظریاتی اختلاف کو ذاتی بنا دیتی ہے وہ معاشرے کو کیا دیگی؟ اس لیے کہیں نہ کہیں ہم اپنی ان خود ساختہ مصلحتوں اور محدود مفادات کی وجہ سے جگ ہنسائی کراتے ہیں۔

آج کل اس طرح کے نام نہاد مفکرین اور سیاسی شعور سے خالی افراد نے ایسا ماحول تیار کر دیا ہے جس سے ہماری سوچ کی سطحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔یہی وجہ کہ اگر کسی شخص کی گفتگو، تجزیہ، یا تحریر وتحقیق میں تین مرتبہ

بی جے پی کا نام آجائے، اتفاق سے کسی داڑھی ٹوپی والے، اس سے بھی آگے اگر کسی مولوی نے بی جے پی کا نام لے لیا تو ہمارے یہ فیس بک کے نام نہاد مفکرین اس پر اتہام والزامات کی یورش کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے آر ایس ایس کا ایجنٹ قرار دینا تو بہت چھوٹی بات ہے، یہودیوں کا آلہ کار تک بنا دیتے ہیں۔ اس طرح کی گھٹیا سوچ معاشرے میں توازن واعتدال کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہی ہے۔ جب بھی کسی نے روایتی فکر سے اٹھ کر کوئی بات کی ہے تو اس کے خلاف اس جذباتی گروہ نے اس کو نہ صرف مسخ کیا ہے بلکہ اس کے خلاف اتنا ہنگامہ کیا کہ وہ دوبارہ اس جانب سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

ہمیں یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے اور یہاں کا سماج تکثیری روایات کا امین ہے۔ اس لیے ہندوستان جیسے معاشرے میں ہر اس عمل و کردار اور رویہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی جو سیکولر اور جمہوری نظام کو مخدوش و مجروح کرے۔ ہاں ہمیں ان تمام کردار کو سپورٹ کرنا ہوگا جو ہمارے ملک کے سیکولر و جمہوری نظام کو مستحکم اور بہتر بنائیں۔ اس تناظر میں ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے اور فیسبک کے نام نہاد مفکرین بھی سنجیدگی سے غور وخوض کریں کہ ہندوستانی معاشرے میں کن روایات پر عمل کر کے معاشرے میں امن وسکون برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

آخر میں یہ بات کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا تعلق ایسے مذہب سے ہے جو ہمیں ایک اچھا انسان بننے کی ہدایت کرتا ہے۔ ہم اچھے انسان اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ ہماری جملہ مساعی اور افعال و کردار ایسے ہوں جن میں توازن و ہم آہنگی پائی جائے۔ نفع رساں ثابت ہوں۔ اسی طرح اختلاف رائے بھی ایسا عمل ہے جس میں ہمارے یہاں قطعی توازن نہیں پایا جاتا ہے، کبھی اختلاف کرنے والا اعتدال سے تجاوز کر دیتا ہے، تو کبھی جس سے اختلاف کیا گیا ہے وہ حد پار کر دیتا ہے، اس لیے دونوں گروہوں کو اپنی نفسیات و جذبات پر کنٹرول رکھنے اور اس کے مطابق اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جب بھی ہم کسی سے اختلاف کریں تو پورے ہوش وحواس میں کریں، آداب واخلاق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی بات کہیں۔

حسنِ عمل میں برکتیں ہوتی ہیں بے شمار
پتھر بھی توڑیئے تو سلیقے سے توڑیئے

فکر و نظر

وقف ترمیمی بل 2024: مضمرات و ممکنات

از: ڈاکٹر نور السلام ندوی، پٹنہ

وقف کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکال کر اللہ کی ملکیت میں اس طرح محبوس کر دینا کہ اس کا فائدہ بندوں کو ہو۔ اس کے منافع کو فقراء و مساکین اور دوسرے کارہائے خیر میں صرف کرنا وقف ہے۔ اسلام میں شروع سے لے کر آج تک وقف کا سلسلہ جاری ہے۔ سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد قبا کے لئے زمین وقف کی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ مدینہ میں سات باغوں کو وقف کیا گیا۔ وقف ایک مذہبی اور خیراتی عمل ہے۔ اس کے ذریعہ اسلام نے ایک نہایت ہی طاقتور معاشی و اقتصادی نظام کی بنا ڈالی۔ جس سے فقراء و مساکین، مفلس و محتاج اور بیوہ و یتیم کی کفالت ہوتی ہے اور دوسرے بہت سے مذہبی و دینی امور اور کار خیر انجام پاتے ہیں۔ اس کا مقصد تقرب الی اللہ اور صدقہ جاریہ ہے۔ چنانچہ مسلم معاشرہ میں اموال و جائداد کو وقف کرنے کی روایت چلی آرہی ہے۔ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی آمد کے بعد اوقاف کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا۔ بڑی تعداد میں اوقاف قائم ہوئے، جن کی نگرانی حکومت کے مقرر کردہ قاضی کیا کرتے تھے اور ہر مملکت کے اندر اوقاف کی عام نگرانی صدر الصدور کی ذمہ داریوں میں شامل تھی۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد اوقاف کے نظام میں گڑبڑی پیدا ہوئی اور انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ کے ساتھ ہی صورت حال مزید ابتر ہوگئی۔ وقف کے مسائل و معاملات کا تعلق اسلامی قانون سے ہے، ہر چند کہ ہندوستان میں اوقاف کا انتظام مختلف وقف قوانین کے ذریعہ صوبائی سطح پر وقف بورڈوں کے ذریعہ عمل میں لایا جاتا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وقف قوانین میں اسلامی ضابطہ و اصول کو ہی مدنظر رکھا جاتا رہا ہے۔ حکومت ہند نے وقف ایکٹ 1995 کے ذریعہ اوقاف کے انتظام میں یکسانیت لانے کی کوشش کی۔ وقف ایکٹ 1995 میں اصلاحات اور ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی تو مسلمانوں کے مذہبی و سماجی نمائندوں اور دانشوروں نے ایک ایسے نئے وقف ایکٹ کا مطالبہ کیا جو مضبوط، اثر دار، وقف کی جائداد سے غلط اور ناجائز قبضوں کو ہٹانے کی طاقت رکھنے والا ہو اور اوقاف کی ترقی کا ذریعہ بن سکے۔ چنانچہ وقف ترمیمی ایکٹ 2013 پاس ہوا، جو یکم نومبر 2013 سے نافذ

العمل ہے۔وقف ایکٹ 1995 سے قبل بھی وقفہ وقفہ سے وقف قوانین کا نفاذ ہوتا رہا ہے۔جس سے اوقاف کے نظام کو موثر بنانے میں مدد ملتی رہی ہے۔

حکومت نے وقف ترمیمی بل 2024 کو لوک سبھا میں پیش کیا،لیکن حزب اختلاف کے شدید دباؤ میں اسے جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔اس بل کو اقلیتی امور کے وزیر کرن رجیجو نے پیش کیا اور اسے وقف کے کاموں میں شفافیت لانے اور بدعنوانی کو روکنے والا بتایا اور کہا کہ یہ بل وقف جائداد کو محفوظ بنانے اور تمام مذہبی طبقات کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے والا ہے،جبکہ اپوزیشن جماعتوں نے اس بل کو مذہبی حقوق پر حملہ اور فرقہ وارانہ منافرت بڑھانے والا بتایا۔لہٰذا وقف ترمیمی بل کے فوائد اور مضمرات کا جائزہ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے،تاکہ اس کی مفید باتوں کو قبول کیا جاسکے اور اس کی خامیوں کو دور کیا جاسکے۔ذیل کی سطروں میں وقف ترمیمی بل 2024 کا مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

● نئے بل میں وقف ایکٹ کا نام بدل کر

Unified Waqf Management, Empowerment, Efficiency and Development

کردیا گیا ہے۔

● اس میں آغا خانی وقف اور بوہرہ وقف کو بھی شامل کیا گیا ہے۔اس بل میں زبانی وقف کو ختم کردیا گیا ہے۔شریعت اسلامی میں زبانی وقف کو تسلیم کیا گیا ہے،نئے بل کے رو سے زبانی وقف معتبر نہیں ہوگا۔

● وقف ایکٹ 1995 میں زبانی وقف کو معتبر مانا گیا ہے۔وقف ٹریبونل کے ذریعہ جاری فیصلہ کا سول ریویزن کیا جاتا تھا،لیکن نئے بل میں وقف ٹریبونل کے فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ فائل اپیل کرنے کا ضابطہ رکھا گیا ہے۔اس کے ذریعہ وقف ٹریبونل کے اختیارات کو محدود کردیا گیا ہے۔

● نئے بل میں Waqf by User کو ختم کردیا گیا ہے۔یعنی ایسی اراضی جس کا وقف نامہ موجود ہو اسی کو وقف مانا گیا ہے۔

● سرکاری یا غیر مزروعہ عام زمین پر قائم قبرستان یا مذہبی مقامات جو قبل سے وقف بورڈ میں رجسٹرڈ ہیں،وہ وقف ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار کلکٹر کو دیا گیا ہے،کلکٹر کی رپورٹ کی بنیاد پر ہی رجسٹریشن کی کاروائی پوری ہوگی،ظاہر ہے اس سے وقف اراضی کے رجسٹریشن کا عمل بہت پیچیدہ اور مشکل ہوجائے گا،ساتھ ہی مذہبی مقامات اور قبرستان کا وجود خطرہ میں پڑجائے گا۔

● سینٹرل وقف کونسل کی تشکیل میں دو غیر مسلم کو ممبر بنانے کا ضابطہ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح ریاستی وقف بورڈ کی تشکیل میں بھی دو غیر مسلم شخص کو ممبر بنائے جانے کا ضابطہ ہے۔

واضح رہے کہ

Hindu Endowment Act, Hindu Religious Pious Act, Grudwara Parbandhak Samiti

اور دیگر مذہبی ایکٹ میں کسی مسلمان کو ممبر بنانے کا ضابطہ نہیں ہے تو وقف بل میں غیر مسلم کو ممبر بنائے جانے سے سماج میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

● وقف ایکٹ 1995 کے تحت وقف بورڈ کا ایک چیف ایکزیکیوٹیو آفیسر ہوگا، جو مسلمان ہوگا اور ڈپٹی ڈائرکٹر رینک کا ہوگا۔ اس نئے بل میں مسلمان ہونے کی شرط کو ختم کردی گئی ہے اور رینک جوائنٹ سکریٹری کر دیا گیا ہے۔

● نئے بل میں وقف سیس کو سات فیصد سے گھٹا کر پانچ فیصد کر دیا گیا ہے۔ وقف ایکٹ 1995 کے تحت پچاس ہزار سے کم آمدنی والے وقف اسٹیٹ کا آڈیٹ نہیں کیا جاتا تھا، اب اس کو بڑھا کر ایک لاکھ کر دیا گیا ہے۔ نئے بل کے مطابق جس وقف اسٹیٹ کی آمدنی سالانہ ایک لاکھ سے زائد ہوگی اس کا آڈیٹ کیا جائے گا۔

نئے بل میں وقف اراضی کو وقف بورڈ کے ذریعہ تحقیقات کے بعد وقف اراضی ڈکلیر کرنے کا حق بھی ختم کر دیا گیا ہے اب یہ اختیار ضلع کلکٹر کو دیا گیا ہے۔

● اس نئے بل کے مطابق واقف کا وقف کرتے وقت کم ازکم پانچ سال قبل مسلمان ہونا ضروری ہے۔ جس کی رو سے اب ہر آدمی وقف نہیں کرسکتا ہے۔ ایسا شخص جو کم ازکم پانچ سال سے اسلام کا پابند رہا ہو وہ اپنی جائداد کو وقف کرسکتا ہے۔ وقف ایکٹ 1995 میں یہ شرط نہیں تھی۔

● نئے بل میں وقف ایکٹ 1995 میں دیئے گئے وقف بورڈ کے اختیارات کو محدود کر کے تقریباً ختم کر دیا گیا ہے۔ اس کے نفاذ سے بجائے وقف کے معاملات سلجھنے کے اور پیچیدہ ہوجائیں گے اور نئے نئے مسائل پیدا ہوں گے۔ وقف کی جائداد واقف کی منشا کے مطابق استعمال ہونے کے بجائے حکومت کی منشا کے مطابق استعمال ہونے کا خطرہ بڑھ جائے گا، وقف ٹریبونل کی حیثیت کم ہونے سے انصاف کی راہ مشکل ہوجائے گی۔ تعجب خیز امر یہ ہے کہ حکومت اتنے اہم، حساس اور شرعی معاملے پر مسلم سماج سے بغیر صلاح ومشورہ کے بل لائی ہے، جس میں وقف کے مفادات کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے۔ بل کا مقصد وقف املاک کا تحفظ، فروغ اور ناجائز

قبضوں سے آزاد کرانا ہونا چاہئے۔بل لانے سے قبل اسلامی شریعت اور وقف کے ماہرین سے رائے لی جانی چاہئے اور مسلم سماج کو یہ اطمینان دلانا چاہئے کہ بل وقف کے مفادات کو تحفظ فراہم کرائے گا اور اس کے ذریعہ کسی بھی طرح کے مذہبی معاملات کو آنچ نہیں آئے گی۔

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اوقاف کے مفادات کو سب سے زیادہ نقصان اپنوں سے پہنچا ہے۔بدعنوانی اور عدم شفافیت کے بڑھتے معاملات ہماری کارکردگی پر سوالیہ نشان کھڑا کرتے ہیں، اس لئے ملک گیر پیمانے پر عوام میں بیداری لانا اور وقف کے تئیں جواب دہ ہونا از حد ضروری ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وقف املاک بنیادی طور پر اللہ کی ملکیت ہے۔اس پر کسی فردِ واحد کی اجارہ داری نہیں ہے۔متولی محض اس کا نگراں اور محافظ ہے۔اسے وقف اراضی میں خرد برد کرنے یا من مانے ڈھنگ سے استعمال کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ عوام میں بیداری لائی جائے، اس کے انتظام میں شفافیت برتی جائے۔ہم اپنی کارکردگی سے کوئی ایسا موقع نہ دیں جس سے حکومت کو سخت قدم اٹھانا پڑے۔اس پیغام کو عام کیا جائے کہ وقف ایک مذہبی اور خیراتی املاک ہے، اس کے مستفید ہونے کا اصل حقدار مسلم سماج کے غریب، نادار، یتیم، بیوہ اور مالی اعتبار سے کمزور اور خستہ حال لوگ ہیں۔

اب جب کہ وقف ترمیمی بل 2024 جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کو بھیج دیا گیا ہے، ملی و مذہبی رہنماؤں اور تنظیموں کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے ان کو چاہئے کہ وہ جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے اراکین، سیاسی رہنماؤں اور پارٹیوں سے مل کر اپنے خدشات اور بل کی خامیوں کو پیش کریں اور اس کے ازالہ کی بھرپور جدوجہد کریں۔

افاداتِ اکابر

اشرف المجالس

ترتیب وپیش کش: مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی*

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ''منتخب ملفوظات'' (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کی توضیح وتشریح کو برادرِ عزیز حافظ مولانا مفتی احمد علی قاسمی زید فضلہٗ نے ضبط وترتیب دیا ہے۔ از مرتب

(۹) بزرگانِ دین کی خدمت وصحبت سے سالکین کو اپنی نیتوں کے مطابق فائدہ ہوتا ہے

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو نے اپنی جوانی کے ۱۰ / ۱۲ سال اوپس زمانہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بڑی عقیدت ومحبت اور عظمت واکرام کے ساتھ گزارے، آپ پہلے ندوۃ العلماء میں پڑھایا کرتے تھے، بعد میں حضرت قاری صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا علی میاں رحمہ اللہ سے فرمائش کر کے اُنہیں باندہ لے گئے تھے، مولانا سنبھلی دامت برکاتہم یہاں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، بہت قریب سے حضرت باندوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کا آپ کو موقع ملا؛ حضرت سنبھلی دامت برکاتہم فرمایا کرتے ہیں: حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو جس غرض سے آیا وہی پایا، کوئی دواخانہ متعارف کرانا چاہتا تھا تو اس کا دواخانہ مشہور ہو گیا، کوئی اپنا کاروبار چمکانا چاہتا تھا حضرت کی شہرت وبرکت سے اس کا کاروبار چمک گیا، کوئی شہرت چاہتا تا تھا تو اس کو شہرت حاصل ہوگئی، اور جو اللہ کو پانا چاہتا تھا اسے اللہ مل گیا، سب آنے والوں کی نیتوں کے مطابق ہوا؛ کیوں کہ حضرت باندوی رحمۃ اللہ علیہ مقبول عام اور محبوبِ وقت تھے، اسی لیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ کسی کے پاس محض رہنے سے کیا ہوتا ہے؟ جب تک کہ انسان کو خود اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو۔

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

(۱۰)سلف صالحین سے بے اعتقادی محرومی کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا: بہت سے صاحب قلم وزبان اور صاحب فیضان سلف صالحین سے ایک گُنا بدگمان ہی رہتے ہیں، سلف پر انہیں اعتماد نہیں ہوتا، ایسے لوگوں کی عملی زندگی میں بہت کمی نظر آتی ہے، ایسا بھی نہیں کہ وہ دین سے دور ہیں؛ لیکن جو نورانیت ذوقِ عبادت اور تعلق مع اللہ سلف کے طریق پر چلنے والوں میں نمایاں ہوتا ہے وہ ان لوگوں میں نظر نہیں آتا ہے، اس لئے سلف صالحین پر اعتماد اور اُن سے تعلق ہونا چاہیئے، یہی نہیں بلکہ اتباع وتقلید کا راستہ اختیار کرنا چاہئے کہ یہی علم وعمل میں ترقیوں کا سبب ہے۔

(۱۱)سالک کی ترقی اپنے ارادہ وعمل سے ہوتی ہے۔

ارشاد فرمایا: بہت سے لوگ جن کو تصوف کی شُد بُد (معمولی واقفیت) حاصل ہوجاتی ہے، وہ بسا اوقات یہ سمجھتے ہیں کہ مشائخ طریق کی ایک نظر یا ایک توجہ سے ہمارا کام بن جائے گا، سب باطنی ترقیات ہوجائیں گی، تو ایسے لوگ اسی غلط فہمی میں عمریں گزار لیتے ہیں، کچھ پاتے نہیں ہیں۔ اصل چیز اتباعِ سنت وشریعت اور اصلاحِ ظاہر وباطن ہے، کبھی بزرگوں کی نظر اور توجہ سے بھی انقلاب آجاسکتا ہے لیکن یہ سنتُ اللہ نہیں ہے، قدرتُ اللہ ہے، صحیح طریقہ وہی ہے جس سے صحابہ کرامؓ ہوکے گذرے ہیں۔

(۱۱)حرص وطمع کی مذمت

ارشاد فرمایا: بہت سی دفعہ آدمی کی حرص وطمع آدمی کو بہت سی خوبیوں سے محروم کر دیتی ہے، مال کی محبت فطری چیز ہے، اس کی کوئی مذمت نہیں ہے؛ لیکن حرص کی حد تک ہوجانا مذموم چیز ہے، اور جب حرص کی حد تک مال کی محبت ہوتی ہے تو پھر وہ اپنی عزت کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اسے دنیا چاہیے، کسی طرح چاہیے۔ اس لئے یہ حرص بہت بُری بلا ہے، اس مذموم صفت سے احتراز کی ضرورت ہے۔

(۱۲)دعوت وتبلیغ کے کام کی بنیادی حقیقت

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ دعوت وتبلیغ کے کام کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے: کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ طریق تو میرا ہو اور تعلیمات مولانا تھانویؒ کی ہوں، یعنی کام کا جو طریقہ آپ نے من جانب اللہ شروع کیا تھا کہ عام لوگ دیندارانہ ماحول میں لے جائے جائیں، اور دین داروں کو بے دینوں کے ماحول میں لے جایا جائے، تاکہ دین داری کی عملی شکلوں کو دیکھنے کی وجہ سے ان کو دین دارانہ زندگی کی ترتیب ملے۔ دعوت وتبلیغ میں خروج ونفر کی دراصل بنیادی حقیقت یہی ہے؛ جس کا تجربہ اُنہوں نے پہلے

میوات والوں میں کیا، حضرت کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ میواتیوں کا وفد بنا کر دوآبہ (یعنی مظفر نگر، دیوبند، تھانہ بھون، گنگوہ، نانوتہ وغیرہ) کو بھیجتے تھے، ان علاقوں میں اس زمانہ میں علماء اور مشائخ تھے، اور عام لوگوں کی وضع قطع مسنون تھی؛ جیسے مدرسہ والوں کی ہوتی ہے، یہاں کے لوگ کسی نہ کسی خانقاہ یا مدرسہ سے جڑے ہوئے تھے، یہ ماحول میوات میں نہیں تھا، حضرت مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ جب تک تہذیبِ اسلامی زندہ نہیں کی جائے گی مذہب کی حفاظت مشکل ہے، بس اس مصلحت سے اس کام کا اغاز ہوا، اس کام میں نفع ہوا، لوگ تیزی سے اپنے آپ کو بدلنے لگے، پھر جب آپ نے دیکھا کہ اس کا بہت اثر ہو رہا ہے، اور تدبیر کارگر ہوتی جا رہی ہے تو اس کام کو دوسرے علاقوں تک متعدی کر دیا، اور اس چلت پھرت کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا ساتھ میں ہونا آپ کی بہت بڑی خواہش تھی؛ شروع میں ''تعلیم الدین''، ''جزاء الاعمال'' اور ''حیات المسلمین'' (جیسی کتابیں جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تصنیف کردہ ہیں) خود حضرت کاندھلوی ؒ نے تجویز کی تھیں کہ جماعتوں میں ان کی تعلیم ہوا کرے۔

(۱۳) حضرت تھانویؒ کے مواعظ وخطبات کی اہمیت

ارشاد فرمایا: علماء کو حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ و خطبات کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کا یہ حال تھا کہ ایک آیت بلکہ ایک آیت کے کسی حصہ پر حضرت نے کبھی تین یا چار گھنٹے بیان کیا؛ جیسے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وعظ ہے، جس کا نام ہے ''فوائد صحبت'' اس وعظ کی اہمیت کی بناء پر حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے کتب خانہ مظہری سے شائع کرایا، میں نے بھی اس کا مطالعہ کیا؛ لیکن زبان مشکل تھی، عام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے اس کی تسہیل کر کے یہاں سے پھر میں نے شائع کیا ہے، ''فوائد صحبت'' کا یہ بیان کاندھلہ میں ہوا (جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نکاح تھا) اور اس بیان میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے اکابر اور مشائخ تھے، اہل علم کو کم از کم ان مواعظ کا مطالعہ کرنا چاہیے، اس میں بہت فوائد ہیں، ملفوظات کو بھی بار بار دہرا کر پڑھتے رہنا چاہیے، اس سے بہت نفع ہوتا ہے، اس لیے کہ عام لوگ قرآن وحدیث سے براہ راست استفادہ کر نہیں پاتے، کیونکہ اس کے لئے معتد بہ صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مواعظ و ملفوظات قرآن وحدیث کا نچوڑ ہوتے ہیں، عام لوگ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی اسے بآسانی سمجھ سکتے ہیں، اس لئے اس کی طرف توجہ دے کر استفادہ کرنا چاہیے۔

افاداتِ اکابر

ارشاد السالکین

”خانقاہِ سعیدیہ“ میں ہر شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو صبح ۹/بجے تا شب ۹/بجے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، اس میں جنوبی ہند کی تمام ہی ریاستوں سے تقریباً تین سو سالکین شرکت کرتے ہیں، صبح ۱۰ تا ۱۲/بجے کی نشست میں شرکاء کے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی خود دیتے ہیں، جو بہت ہی نافع ہوتے ہیں، علماء وعوام سب ہی اس کے قائل ہیں، اس لئے مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ استاذ ادارۂ ہٰذا ومجازِ حضرت والا نے اِن کو جمع کرکے قارئین کے فائدے کے لئے شائع کیا ہے۔ از مرتب

جلدی سونے کا اہتمام کرو:

سوال: فجر کی نماز روزانہ قضا کررہا ہوں، نیند بہت گہری لگ جاتی ہے، کچھ علاج تجویز فرمائیں۔

جواب: دیر سے سوتے ہوں گے، اس لئے گہری نیند لگ جاتی ہے، جلدی سونے کا اہتمام کرو، آج کل تو بقول حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے: ہمارے یہاں کراچی میں تو رات کا ایک بجتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ کچھ بجا ہے، تب جاکر آمدرفت بند ہوتی ہے، اب تو ہر جگہ ایسا ہی ہوگیا ہے 12 بجے تک تو تقریباً سب دھندے چلتے رہتے ہیں، اب کوئی آدمی 12 بجے، ایک بجے، دو بجے سوئے گا تو فجر میں کیسے اٹھے گا؟ حضرت تھانویؒ نے امتِ مسلمہ کو جو چالیس نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی ہے کہ ”کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہوجائے، نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے“، اس لئے کھانے پینے میں بھی احتیاط رکھو، بعض علماء نے 15 شعبان کے بعد نفل روزوں کی ممانعت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی مصلحت یہ ہے کہ آگے فرض روزے آنے والے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ نفل کی وجہ سے اتنی کمزوری پیدا ہوجائے کہ فرض میں کوتاہی ہوجائے، تو بتلایا جارہا ہے کہ نفل روزے روک کر فرض کے لیے طاقت اور ہمت بناؤ؛ تاکہ سہولت سے فرض روزے پورے ہوجائیں، اب نفلوں کے لئے سال پورا پڑا ہے، جب رکھنا ہے نفل روزے رکھو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسا کام کیوں کریں جس سے ہماری فجر کی نماز خطرے میں پڑ جائے، چاہے وہ

نیک کام ہی کیوں نہ ہو، ایک آدمی کو یقین ہے کہ اگر مثلاً میں میٹنگ میں شریک ہوں گا تو میری نماز فوت ہو جائے گی تو اس کے لیے شریک ہونا جائز نہیں ہے، کیوں کہ نماز فرض ہے اس میں کسی کی بھی رعایت نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی رعایت نہیں ہے، مجاہد کی بھی رعایت نہیں ہے، بیمار کی بھی رعایت نہیں ہے، ہاں! یہ بھی کر سکتے ہو وہ بھی کر سکتے ہو تو کوئی بات نہیں ہے، مگر فرض کو خطرے میں ڈال کر نفل کام کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

خواص کو بھی نماز کا بہت خیال رکھنا چاہیے، اگر دیر تک جاگنے سے نماز متاثر ہونے کا خطرہ ہے تو لوگوں کو بتا دیں کہ میں دیر تک نہیں جاگ سکتا، مجھے پہلے موقع دے دو، میں بیان کر کے جلدی سو جاؤں گا؛ دوسروں کی جوتیوں کی خاطر اپنی گٹھری تو نہیں اٹھوانا ہے، لہٰذا سب کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی رات کی بیداری فجر کے لیے خطرہ بننے نہ پائے، یہ بیداری خواہ دینی کام کی ہی کیوں نہ ہو، اس بیداری سے بچنا چاہیے، اور ٹائم پر سونا چاہیے۔ اب اگر وقت پر سونے کے باوجود نہیں اٹھ پا رہے ہو تو علاج معالجہ کراؤ، کیوں کہ کوئی بھی صحت مند آدمی پانچ گھنٹوں سے زیادہ سو نہیں سکتا، کسی نہ کسی بہانے سے جاگ ہی جائے گا، اس لیے ہوسکتا ہے کہ طبیعت نارمل نہ ہو کسی طبیب سے علاج کراؤ۔

جوابِ شکوہ میں ہے ؎

کس قدر شاق تم پہ صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے تم کو تو نیند پیاری ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

وقتِ سحر اگر ہو قصدِ شکار
رات بھر رہتا ہے تجھ کو انتظار
آنکھ خود کھل جاتی ہے بار بار
اور نمازِ صبح کا پڑھنا ہے تجھ کو بار

جو غلط کام کر رہے ہو وہ مت کرو

سوال: اہلیہ جب بھی میکہ گئی ہوئی ہو تو اس وقت فحش ویڈیوز دیکھتا ہوں، اور غلط حرکتیں کرتا ہوں۔

جواب: جب دیکھتے ہو تو نہ دیکھو، جب کرتے ہو تو نہ کرو، ''حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں تمام عقلاء اور فلاسفہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ آدمی جو کام کر سکتا ہے اس کو نہ کرنے پر بھی قدرت ہے''، جب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں یہ کر رہا ہوں، یہ کر رہا ہوں، اور یہ بھی پتہ ہے کہ بری بات ہے، تو خود سوچو کہ جب

کرنے کی طاقت ہے تو چھوڑنے کی بھی طاقت ہے، جواب یہی ہے کہ جو غلط کام کر رہے ہو وہ مت کرو، اس لیے نہ کرے بس۔ ہمارے پاس بھی ایسی غیبی قوت نہیں ہے، یا کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے کہ ایک لگا دی جائے تو اس کے بعد آپ نہیں کریں گے، ایسی کوئی چیز نہیں ہے، اگر ایسی کوئی چیز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوجہل کو جنت میں پہنچا دیتے، ابولہب کو جنت میں بھیج دیتے۔ بس وہی ایک چیز ہے کہ خراب کام کر رہے ہو تو نہ کرو، اور اچھا کام نہیں کر رہے ہو تو کرو، اور اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجھے اس سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو یہ مستبعد (ناممکن) ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ پاک کسی کو طاقت نہ دے اور حکم دے، یہ ناممکنات میں سے ہے، اللہ کے رحمٰن ورحیم ہونے کے خلاف ہے، اب آپ دیکھو کہ ایک آدمی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی کسی تکلیف کی وجہ سے طاقت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم نہیں دے رہے ہیں؛ بلکہ کہہ رہے ہیں کہ بیٹھ کے پڑھ لو، ایک آدمی بیٹھ کے بھی نہیں پڑھ سکتا تو فرما رہے ہیں لیٹ کے پڑھ لو، قبلے کی طرف رخ نہیں کرسکتا تو جس طرف رخ ہے ادھر ہی پڑھ لو، تو ایک حکم دے رہے ہیں مگر طاقت سے زیادہ نہیں دے رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں گناہ نہیں کرنے کے لیے کہا ہے اور اس سے بچنے کی طاقت بھی نہیں دی ہے تو کیسے کہا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ پر تہمت ہے، اللہ پر تہمت مت لگاؤ۔ کبھی کبھی بیوی میکے جاتی ہے تو جانے دو، مگر ایسا شخص اپنی بیوی کو زیادہ مدت کے لیے نہ بھیجے، پروگرام تبدیل کرو کہ تین مہینے کے بعد دس دن کے لیے چلی جائے، اور اگر آپ کو تنہائی برداشت نہیں تو ایسا کرو کہ ہر مہینہ تین دن بھیج دو، اور تین دن برداشت کرلو، تین دن بھی برداشت نہیں ہوتا تو اس کو ہفتے میں ایک دن جانے دو، اور ایک دن برداشت کرلو، کچھ تو کرو، تدبیر آپ کے ہاتھ میں ہے، اور کوئی تدبیر نہیں جمتی تو پھر خوفِ خدا کے ذریعے سے اپنے کو گناہ سے بچا لو، اور جب بیوی گھر میں نہ ہو تو گھر میں نہ رہو، لوگوں میں رہو، گھر میں جاؤ تو سب لوگوں کے ساتھ رہو، بہرحال! لوگوں کے ساتھ رہو، اس لیے کہ یہ دونوں کام اکیلے رہنے میں ہی ہوتے ہیں۔

اپنے کام کا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالیں

سوال:۔ اہلیہ صاف ستھری نہیں رہتی گھر صاف ستھرا نہیں رکھتی اس وجہ سے بہت بحث اور کہا سنی ہوتی رہتی ہے، کیا کیا جائے؟۔

جواب: یہ دیکھ لو کہ وہ گھر صاف نہیں رکھتی تو ہم رکھتے ہیں یا نہیں؟ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ شکایت

دونوں کے بارے میں رہتی ہے، اگر ایسا ہے تو آدھا کام تو خود ہی کرلو، اپنے کپڑے خود ہی صاف کرلو، اپنے کپڑوں کو خود ہی پریس کرلو، خود ہی اپنا بستر بدل لو، خود ہی اپنے کمرے کی صفائی کرلو؛ بلکہ گھر کا جتنا کام خود کر سکتے ہو خود ہی کرلو، اور سنت کی نیت کرلو، اجر وثواب بھی ملے گا، اب اگر کوئی عورت پھوہڑ اور بے سلیقہ ہے تو کیا کریں گے، تکلیف تو ہوتی ہے، برداشت کرلو، اگر ایک بات اس کی ناپسند ہو تو اور باتیں پسندیدہ ہوں گی ،ان پر نظر کرلو، اس کی باقی باتوں کو یہ سمجھ کر گوارا کرلو کہ اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اِن چھوٹی باتوں پر صبر سے میرے گناہوں کا کفارہ کررہا ہے۔

بہرحال! اپنے گھر کے اندر ہم یہ اہتمام کرلیں کہ اپنے کام کا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالیں گے تو دوسرے کو بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا کام تو آپ وقت پر کرلیجئے ،اب اگر اس کے باوجود کسی کے مقسوم میں ایسی ضدی عورت ہو کہ وہ کچھ بھی اثر نہیں لیتی ،سدھرتی نہیں ہے تو یوں سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میرے درجاتِ آخرت کی ترقی کا ذریعہ بنادیا، اس لیے صبر کرلیتا ہوں اور دعا کرتے رہو کیوں کہ دعا ''اھم التدابیر'' ہے۔

مہتمم مدرسہ دیوبند کی ایک طالب علم سے معافی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ اہتمام میں ایک طالب علم کسی انتظام میں آپ سے خفا ہوگئے اور مقابلہ میں برا بھلا کہا۔ حضرت حاجی صاحبؒ خاموش ہوگئے۔ دوسرے وقت ڈومنی والی مسجد میں جہاں وہ طالب علم رہتا تھا خود تشریف لے گئے۔ اور ان طالب علم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے۔ اور فرمایا کہ مولانا معاف کردیجئے۔ آپ نائب رسول ہیں۔ آپ کا ناراض رکھنا مجھے گوارا نہیں ہے۔

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مہتمم اور ایک ادنیٰ طالب علم کے سامنے ان کا یہ حال! اب تو امید نہیں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ روز بہ روز تغیر ہوتا جاتا ہے''۔

(منتخب ملفوظات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ص:۳۹۷)

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

منہ بولے بھائی سے پردہ کرنا

سوال: کیا منہ بولے بھائی اور بیٹے سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: اسلام میں منہ بولے بھائی اور بیٹے کی حیثیت اجنبی کی ہے، اس لئے ان سے بھی پردہ لازم ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۸/ ۶۲)

سورج گرہن اور حاملہ عورت

سوال: معاشرہ میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ سورج یا چاند کو جب گرہن لگتا ہے تو حاملہ عورتیں یا اس کا خاوند آرام کے سوا کوئی کام نہ کرے، ورنہ بچہ ناقص الخلقت پیدا ہوگا تو کیا یہ بات شرعاً درست ہے؟

جواب: حدیث میں اس موقعہ پر، صدقہ وخیرات، توبہ واستغفار، نماز اور دعا کا حکم ہے، دوسری باتوں کا ذکر نہیں، اس لئے ان چیزوں کو شرعی چیز سمجھ کر نہ کیا جائے۔ باقی سوال میں جن چیزوں کا تذکرہ ہے اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۸/ ۱۲۵)

انگلیاں چٹخانا

سوال: کیا انگلیاں چٹخانا منحوس ہے؟ اور اگر ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اسلام نحوست کا قائل نہیں، البتہ نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ ہے، اور بیرونِ نماز بھی پسندیدہ نہیں ہے، فعل عبث ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۸/ ۱۳۴)

نوکری کے لئے وظیفہ

سوال: میں تعلیم یافتہ ہوں، لیکن نوکری نہیں ملتی، کوئی وظیفہ ہے تو بتادیں۔

جواب: ہر نماز باجماعت، تکبیر تحریمہ کی پابندی کے ساتھ ادا کیجئے اور نماز کے بعد تین بار سورۂ فاتحہ اور تین بار آیت الکرسی پڑھ کر دعا کیا کیجئے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل، ۸/ ۲۲۳)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

کیا روحیں جمعرات کو آتی ہیں؟

سوال: عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ ہر جمعرات کو ہر گھر کے دروازہ پر روحیں آتی ہیں؟ کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا جمعرات کو ان کے لئے دعا کی جاسکتی ہے؟

جواب: جمعرات کو روحوں کا آنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے، باقی دعا، استغفار اور ایصال ثواب ہر وقت ہوسکتا ہے، اس میں جمعرات کی تخصیص بے معنی ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱/ ۳۰۹)

اُلٹی چپل سیدھی کرنا

سوال: یہ بات مشہور ہے کہ الٹی چپل کو سیدھے کر دینا چاہئے ورنہ تو اس سے نحوست آتی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: الٹی چپل کو سیدھا کرنا تو اچھی بات ہے، لیکن جو باتیں مشہور ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں، محض لغو بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱/ ۳۶۳)

استخارہ کرنا اور فال کھلوانا

سوال: کسی بھی کام سے پہلے استخارہ کرنا یا فال کھلوانا شرعی نقطۂ نظر سے درست ہے یا نہیں؟

جواب: سنت طریقے کے مطابق استخارہ کرنا تو مسنون ہے، حدیث میں اس کی ترغیب بھی آئی؛ البتہ فال کھلوانا ناجائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱/ ۳۶۳)

نجومی کو ہاتھ دکھانا

سوال: نجومی کو ہاتھ دکھانا کیسا ہے؟

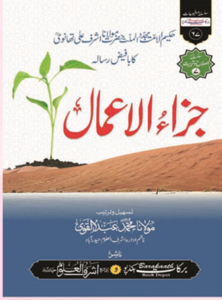
جواب: ہاتھ دکھانا کا شوق بڑا غلط ہے اور ایک بے مقصد کام بھی اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے، جس شخص کو اس کی لت لگ جائے وہ شخص ہمیشہ پریشان رہے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱/ ۳۶۹)

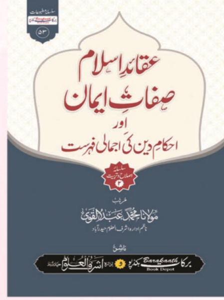
آنکھوں کا پھڑکنا

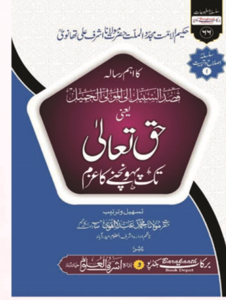
سوال: لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر سیدھی آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے اور بائیں پھڑکے تو خوشی حاصل ہوتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

جواب: قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، محض بے اصل بات ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱/ ۳۷۳)

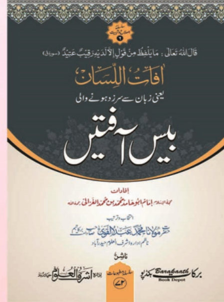
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd Oct-24, date of Posting 5th Oct-24

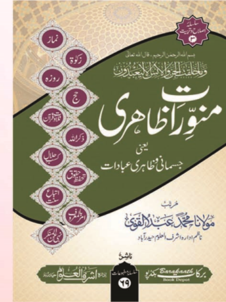


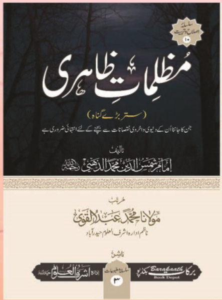


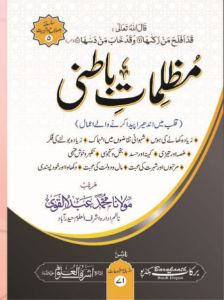


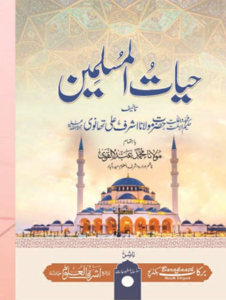












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59